504.
Engr. M.Salam E.E.,
Power System Planning
Directorate,
H.P.S.E.B. Vidyut Bhawan,
SHIMLA - 171 004 (H.P.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۴۵ — شمارہ ۳۴

ایڈیٹر۔ منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ 100 روپے۔ بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN - 143516
POSTAL REGISTRATION NO . P/GDP - 23

ہفت روزہ بدر

۷ ربیع الثانی ۱۴۱۷ ہجری ✦ ۲۲ ظہور ۱۳۷۵ ہش ✦ ۲۲ اگست ۱۹۹۶ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۱۷ اگست (ایم۔ ٹی۔ اے) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان دنوں دورۂ یورپ پر ہیں۔ توقع ہے کہ حضور انور جماعت احمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع میں شرکت فرمائیں گے۔

احباب جماعت حضور انور کی صحت و سلامتی درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۳۱ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد!!

۶۷ ممالک کے ۱۳ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت

عالمی شوریٰ اور عالمی بیعت کی تقریبات۔ مجلس عرفان اردو اور غیر مسلم مہمانوں کے ساتھ انگریزی میں مجلس سوال و جواب

ایک سال میں ۹۶ ممالک کی ۱۸۲ قوموں کے ۱۶ لاکھ ۲ ہزار ۷۲۱ افراد کی جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ولولہ انگیز روح پرور خطابات

لندن (نمائندہ الفضل انٹرنیشنل) جماعت احمدیہ برطانیہ کا اکتیسواں عظیم الشان عالمی جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ جولائی ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار اسلام آباد ٹلفورڈ میں بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس بابرکت اجتماع میں اکناف عالم سے ۶۷ ممالک سے ۱۳ ہزار سے زائد شیدایان اسلام و احمدیت تشریف لائے جن میں عرب، افریقہ، مشرقِ بعید، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے ممالک کے مندوبین شامل تھے۔ افریقہ کے بعض ممالک کے بڑے بڑے چیفس اور بعض ممبرز آف پارلیمینٹ بھی اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ اس بابرکت تقریب کی ہر صبح اللہ تعالیٰ کی حمد سے منور اور ہر رات اس کے حضور سجدہ ریزیوں سے پرنور تھی اور ہر دن اللہ جل شانہ کی توحید کی عظمت اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے بیان سے معمور تھا۔ کل عالم نے ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کے مواصلاتی نظام کے ذریعہ مغرب سے بلند ہوتے ہوئے آفتاب اسلام و احمدیت کی شعاعوں کو اکناف عالم میں پھیلتے دیکھا۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر دیکھئے)

مہمان اپنا ہو یا پرایا سب مہمانوں کی خدمت لازم ہے۔

ہم دنیا میں توحید کا قیام کر ہی نہیں سکتے جب تک اپنے نفس میں توحید قائم نہ کریں۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۹ جولائی ۱۹۹۶ء و ۲۶ جولائی ۱۹۹۶ء)

لندن (۱۹ جولائی) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الذاریات کی آیات ۲۵ تا ۲۸ کی تلاوت فرمائی اور پھر جلسہ سالانہ برطانیہ کے قرب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ سالانہ جلسہ ہے جو ایک عالمی نوعیت اختیار کر چکا ہے۔ اس کثرت سے دور دراز سے مشرق و مغرب، شمال و جنوب سے کسی اور جلسہ میں لوگ اکٹھے نہیں ہوتے جتنے اس جلسہ میں ہوتے ہیں۔ اور جب یہ جلسہ آتا ہے تو پھر اس طرح گزر جاتا ہے جیسے پلک جھپکتے میں گزر گیا۔ حضور نے فرمایا یہ وصل کی کیفیت کے حال ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جو بعض ازلی صداقتوں کی طرف انسان کو مائل کرتی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیات قرآنیہ کے حوالہ سے مہمان کی عظمت اور تکریم کے مضمون پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ مہمان اپنی اجنبیت میں بھی معزز ہے اور مہمان اپنا ہو یا پرایا سب مہمانوں کی خدمت لازم ہے۔ اور اللہ کے مہمانوں کا حق باقی مہمانوں سے زیادہ ادا ہونا چاہئے۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر دیکھئے)

قرآنِ کریم

رُوحانی بھلائی اور ترقی کیلئے کامل رہنما

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

"سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقینی اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری رُوحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے قرآن کریم ہے جو تمام دُنیا کے دینی نزاعوں کا فیصلہ کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جسکی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآن شریف کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے ان کا دل قرآن شریف کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔"

(ازالۂ اوہام صفحہ ۵۲۴)

"قرآن شریف جس قدر اپنے محامد اور اپنے کمالات بیان کرتا ہے اُن پر نظر ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے تئیں اپنے ماسوا کی تصحیح کے لئے محک ٹھہرایا ہے اور اپنی ہدایتوں کو کامل اور اعلیٰ درجہ کی ہدایتیں بیان فرماتا ہے۔"

(الحق لدھیانہ صفحہ ۲۷)

جلسہ سالانہ قادیان

۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۹۶ء

کو

منعقد ہوگا!

(انشاء اللہ)

احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بورڈ بدر قادیان

(تیسری قسط)

حیاء کے پردے سے بہتر اور کوئی پردہ نہیں

حیاء کا پردہ اٹھا کر یا اسے پھاڑ کر جس لذت کو بھی آپ حاصل کرتے ہیں یا کرتی ہیں وہ لذت گناہ ہے اور وہ لذت آپ کے آخری مفاد کے خلاف ہے

(خطاب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بر موقع جلسہ سالانہ مستورات بتاریخ ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء بمقام من ہائیم، جرمنی)

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں"۔

(ملفوظات جلد ہفتم [مطبوعہ لندن] صـ ۱۳۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا خوف رہا ہے، نہ آخرت کا یقین ہے۔ دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صـ ۱۳۴، ۱۳۵)

پس جہاں تک خواتین کے حیاء سیکھنے اور سکھانے کا تعلق ہے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ اپنے مردوں کو بھی حیاء سکھائیں کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ آجکل کے معاشرتی دور میں یا آجکل کے معاشرتی اور تمدنی دور میں بہت بڑی ذمہ داری بلکہ اکثر ذمہ داری مردوں کی بے حیائی پر ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحیح مرض کی نشان دہی فرمائی اور صحیح جگہ انگلی رکھی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں، تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں"۔

فرمایا: اگر مردوں کی تربیت ہو جائے اور ان سے عورتیں امن میں آ جائیں اور یقین ہو کہ ان کے جذبات ان پر غالب نہیں آئیں گے تو پھر یہ بحث جائز ہے، یہ بحث چھیڑنا جائز ہے کہ اب پردے کی ضرورت ہے کہ نہیں۔

ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجے پر غور نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے Conscience سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے) کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم" (سورہ النور: ۳۱) کہ تو ایمان لانے والوں کو کہہ دے وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہو گا"۔

(ملفوظات جلد ہفتم [مطبوعہ لندن] صـ ۱۳۵)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امارہ کے ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے ایسے قابو ہیں کہ اس کے جوشوں کے وقت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے۔ جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں آتے۔ اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں اور جب فریقین کو باوجود ان کی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دی جائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہو گا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے"۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد ۲۰ [مطبوعہ لندن] صـ ۱۷۳)

یہ سو سال پہلے کی تحریر ہے۔ اس وقت جو بات یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر تھی اب تمام دنیا کے ہر حصے سے ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ یہ بیماری اب یورپ کا خاصہ نہیں رہی بلکہ تمام دنیا میں یکساں پھیل چکی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہاں جب یہ لوگ در حقیقت پاک دل ہو جائیں گے اور ان کی امارگی جاتی رہے گی" (امارگی سے مراد ہے نفس کے اندر جو ہر وقت بدی کی طرف جھکنے کا رجحان پایا جاتا ہے یا نفس ہمیشہ انسان کو حکم دیتا رہتا ہے کہ یہ کام کرو وہ کام کرو فرمایا جب یہ امارگی جاتی رہے گی) "اور شیطانی روح نکل جائے گی اور ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے گا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائے گی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لیں گے اور خدا ترسی کا ایک پاک چولہ پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہونگے۔ گویا وہ مرد نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہونگی کہ نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بدخیال دل میں لاسکیں۔ مگر اے پیارو! خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو"۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد ۲۰ [مطبوعہ لندن] صـ ۱۷۳، ۱۷۴)

پھر اسلامی پردے سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ عورت جیلخانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کے لئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے وہ بے شک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے"۔

(ملفوظات جلد اول [مطبوعہ لندن] صـ ۴۴۹)

پس یہ احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں میں نے کوشش کی ہے کہ رسمی اصطلاحوں میں پڑے بغیر، یہ بحث چھیڑے بغیر کہ پردہ چہرے کے کتنے حصے کا ہے، برقعہ کیسے اوڑھنا چاہئے، کیسا لباس پہننا چاہئے، آپ کو پردے کی روح سمجھا دوں اور آپ کو بتا دوں کہ آپ کے معاشرے کے لئے، خود آپ کی اپنی خوشیوں کے لئے پردے کی روح کو قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔

جب اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے تو بعض بچیاں جو اب تک کسی حد تک آزادی کے ماحول میں نکل چکی ہوتی ہیں ان پر اس قسم کی تقاریر اور اس قسم کے درس بہت گراں گزرتے ہیں، بہت بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ اگر وہ بال خاص انداز کے کٹائے ہوئے ہیں تو مجلس میں بیٹھی اپنے آپ کو اجنبی سی محسوس کرتی ہیں کہ کس مصیبت میں پھنس گئیں اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ باتیں ہونی ہیں تو ہم آتی ہی نہ یہاں۔ جن عورتوں کو بعض اور قسم کے سنگھار پٹار کی عادت پڑ چکی ہوتی ہے، دکھاوے کی عادت پڑ چکی ہے، اپنے جسم کی نمائش کی عادت پڑ چکی ہے، ان پر بھی یہ باتیں بہت گراں گزرتی ہیں اور بڑی مصیبت سے دم سادھ کر وہ وقت کاٹتی ہیں۔ لیکن میں آپ کو یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں، خوب اچھی طرح آپ پر روشن کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں ہیں تو مشکل۔ اس قسم کا معاشرہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا ہے کہ آپ میں پیدا ہو بہت مشکل کام ہے، آسان نہیں ہے۔ وہ لوگ جو فیصلہ کرتے ہیں کہ ان باتوں کو ہم کلیۃً مان جائیں وہ اپنے دل پر ایک قسم کی موت وارد کر لیتے ہیں۔ ان کو شروع میں یہ لگتا ہے کہ یہ زندگی چلو ٹھیک ہے تو یہ تو موت کے مشابہ زندگی ہے، جہاں کوئی بھی دل کشی باقی نہ رہے، کوئی بھی دل میں تموج نہ رہے، ایک خاموش موت کے مشابہ مردہ کی سی زندگی لیکن اچھا اگر اللہ کا حکم ہے تو یہی سہی ان کے دل بجھ جاتے ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ اسلام ہے بڑا مشکل کام۔

لیکن میں آپ کو ایک اور بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ وسیع نظر سے دیکھیں تو اس مشکل کی زندگی کے نتیجے میں دراصل آپ کے دل کی تسکین اور آخری آسائش ہے۔ اس معاشرے کو قبول کرنا مشکل ہے اور شروع شروع میں بہت مصیبت دکھائی دیتی ہے مگر ان عورتوں کے لئے یا ان خواتین کے لئے جن کو آزاد معاشرے سے واسطہ پڑ چکا ہو اور اس کی ظاہری لذات سے متاثر ہو چکی ہوں۔ وہ خواتین جو مختلف پس منظر میں جوان ہوئی ہیں، جن کو شروع ہی سے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے، جن کو شروع ہی سے عصمت کی قدر و قیمت کا احساس دلایا گیا ہے، ان کے ہاں یہ مضمون اکسانیت کا موجب نہیں بنتا بلکہ عین ان کے دل کے مطابق ہے۔ ان کو اگر یہ کہا جائے کہ کھلے بندوں پھرو اور ہر قسم کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصے لو، اپنے بال کٹواؤ، اپنی نمائش کرو تو ان کے لئے وہ عذاب محسوس ہو گا، مصیبت پڑ جائے گی کہ یہ کیا تعلیم ہے۔

پس یاد رکھیں موسم کے مطابق باتیں ہوا کرتی ہیں۔ آپ کو یہ تعلیم اس لئے مشکل معلوم ہو رہی ہے کہ آپ کے موسم اور ہیں۔ آپ جس ملک، جس فضا میں سانس لے رہی ہیں وہاں کا موسم مختلف ہے اور اس وجہ سے آپ کے دل میں گھٹن محسوس ہوتی ہے کہ کون اس مصیبت میں پڑے۔ لیکن اگر آپ اس تعلیم کو اپنا لیں تو یاد رکھیں صحیح سکون، سچی جنت اس کے نتیجے میں نصیب ہو گی۔ تصور تو کریں کہ آپ کے مرد آپ کے معاملے میں کلیۃً مطمئن ہوں اور آپ اپنے مردوں کے متعلق کلیۃً مطمئن ہوں۔ جو آپ ان سے چاہتی ہیں وہ ویسے ہی بنیں اور جو وہ آپ سے چاہتے ہیں آپ ویسی ہی ہوں تو دیکھو کیسا اعتماد دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

ایک اور پہلو سے بھی دیکھیں کہ جب آپ کی بچیاں بڑی ہو رہی ہوں تو جس قسم کی آزادی آپ نے اپنے لئے پسند کی تھی ان کے متعلق کیوں گھبراتی ہیں۔ وہی باتیں جب وہ بچیاں کرتی ہیں تو آپ اس سے گھبرا جاتی ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ ان کی عزت کا سوال ہے، ان کی دائمی خوشی کا سوال ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ اگر یہ بے لگام ہو گئیں تو پھر ان کا مستقبل خطرے میں ہے۔ ان کو کبھی بھی چین اور سکون کی گھریلو زندگی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ یہ ہمیشہ دوڑتی پھریں گی۔ ان کے خاوند ہمیشہ ان سے بے اعتمادی کریں گے۔ نہ ان کو اپنے خاوندوں پر اعتماد رہے گا، نہ ان کے خاوندوں کو ان پر اعتماد رہے گا اور یہ گھر جنت نشان نہیں رہے گا بلکہ ایک ایسا جہنم کا نمونہ بنے گا جہاں نہ عورت کو لطف آئے گا، نہ مرد کو

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPAR ES
AMBASSADOR &
MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA - 700072 ☎ 26-3287

لطف آئے گا۔ دونوں گھر سے ٹکرا کر باہر بھاگیں گے اور اپنی اپنی لذتوں کو باہر تلاش کریں گے. یہ اس کے برعکس مضمون ہے۔ پس اگر آپ نظر غائر سے دیکھیں. فکر کی آنکھ کھول کر مطالعہ کریں تو آپ یقیناً اس بات پر مطمئن ہو سکتی ہیں کہ اللہ نے کوئی تعلیم آپ پر بوجھ ڈالنے کے لئے نہیں دی بلکہ آپ کے بوجھ ہلکے کرنے کے لئے دی ہے۔

آپ نے جو باہر کی دنیا میں دیکھا ہے یہ اختیار کرنے کے لائق نہیں ہے۔ آخری تجزیہ کی صورت میں خدا تعالیٰ کی تعلیم ہی ہے جو آپ کی جنت کی حفاظت کرتی ہے اور آپ کے سکون اور طمانیت کی ضمانت دیتی ہے۔ اس سے باہر بے چینی ہے، بے قراری ہے، لذتوں کی تلاش میں ہمہ تن دن رات زندگی بسر کرنا ہے مگر وہ لذتیں ہمیشہ آگے بھاگتی چلی جاتی ہیں، کبھی بھی ہاتھ نہیں آتیں۔ آپ نے اگر اپنی تربیت میں توازن نہ پیدا کیا، اگر نیکی کے ساتھ دل لگانے کا سلیقہ نہ سیکھا، اگر حسن و احسان کے ذریعے لذت حاصل کرنے کا آپ کو طریقہ نہ آیا تو آپ کی زندگی دنیاوی لذتوں کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہے گی، آپ کو کبھی بھی چین نصیب نہیں ہو سکتا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ یقین کے درجے تک پہنچ سکتی ہیں کہ یہ تعلیم جو مشکل دکھائی دیتی ہے بالآخر اپنے آخری نتیجے کے طور پر آپ کے لئے ایک جنت پیدا کرنے کی ضامن تعلیم ہے۔ جو لطف اس تعلیم کے پھل کھانے میں ہے وہ دوسری زندگی کے پھل کھانے میں نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جنت کی مثال دو قسم کے درختوں سے دی ہے۔ ایک وہ درخت جس کے متعلق اللہ نے کوئی پابندی نہیں لگائی کہ اس سے پھل نہ کھاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ جہاں سے چاہو پھل کھاؤ۔ یہ وہ تمام پھل وہ ہیں جو خدا کی رضا کے تابع زندگی بسر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کھلی آزادیاں دی ہیں یہ بھی کرو، وہ بھی کرو. وہ بھی بہت ہیں، وہ کوئی کم تو نہیں ہیں۔ اس دائرے میں رہیں اور اس دائرے میں رہنا سیکھیں تو پھر آپ کو حقیقی لذت سے آشنائی ہوگی ورنہ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ حقیقی لذت اور حقیقی سکون کیا چیز ہے۔ ان کا پھل میٹھا ہوتا ہے، ان کا پھل صحت مند ہوتا ہے۔ یہ پھل کھانے کے بعد جو رضائے باری تعالیٰ کی جنت کے درختوں میں لگتا ہے انسان کو کبھی بھی انسردگی نہیں ہوتی، کبھی پچھتاوا نہیں ہوتا، کبھی بے چینی نہیں ہوتی۔

مگر وہ پھل جس سے آدم کو منع کیا گیا تھا، وہ پھل جس سے حوا کو منع کیا گیا تھا وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے درخت کا پھل تھا اور دیکھنے میں لذت والا تھا لیکن اس لذت کے پیچھے شدید بے چینی تھی۔ اور یہی وہ نقشہ ہے جو قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ کھینچا ہے۔ فرمایا آدم اور حوا پھسل گئے۔ شیطان نے ان کو کہا کہ بہت مزے کا پھل ہے یہی تو کھانے کے لائق ہے۔ جب انہوں نے کھایا تو پھر ان کی کمزوریاں ان پر ننگی ہو گئیں۔ ان کو محسوس ہوا کہ ان کے اندر کیا کیا خامیاں تھیں اور ایک پچھتاوا سا لگ گیا، ایک بے چینی شروع ہو گئی کہ ہم کیا کر بیٹھے ہیں۔ یہ بات گناہ اور نیکی کی تفریق میں بہت ہی ضروری ہے۔ نیکی اور بدی کی تفریق کے لئے جو بینائی ہے وہ اسی بات کو سمجھنے میں پوشیدہ ہے۔ اپنی ساری زندگی پر آپ نظر ڈال کر دیکھ لیں پہلی غلطی جو آپ نے کی ہے کبھی، پہلا گناہ جو کیا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس سے پہلے ایک حیاء کا پردہ تھا جسے پھاڑنا پڑا تھا اور اس گناہ کے بعد مدتوں جس نے بھی وہ گناہ کیا. جس نوعیت کا بھی تھا دل میں بے چینی محسوس کی ہے، بے قراری محسوس کی ہے۔ ایسا شخص ہمیشہ اس کے بعد تڑپتا رہا ہے اور اس نے محسوس کیا کہ جو پھل کھانے میں میٹھا تھا، اثر میں بہت کڑوا ہے اور اس کے پیچھے ایک زہر کا مزہ ہے جو منہ میں باقی رہ گیا ہے۔

لیکن جب پھر کیا. جب پھر کیا اور پھر کیا تو پھر یہ کڑوا کسیلا مزہ رفتہ رفتہ نظر سے غائب ہونے لگ گیا اور محسوس نہیں ہوا پس احساسات کی موت کا نام آپ لذت رکھ لیتی ہیں، یہ کیسے ممکن ہے۔ احساس وہی ہے جو طبعی ہے۔ جو پہلی غلطی کے وقت طبعی ردعمل ہے وہی قابل اعتماد احساس ہے جو خدا نے پیدا فرمایا ہے۔ بعد میں جو بے حسی پیدا ہوتی ہے یہ تو احساسات کے مرنے کا، احساسات کی موت کا نام ہے۔ اس لئے نیکی اور بدی کے پھل کی جو عظیم مثال قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھی ہے اس پر آپ غور کریں تو ایک بات قطعی ہے کہ گناہ کے پھل اور نیکی کے پھل مین فرق یہ ہے کہ گناہ کا پھل کھانے میں مزے دار لگتے ہی جوں ہی ختم ہوا پیچھے ایک شدید بے چینی چھوڑ جاتا ہے۔ بے قراری اور بدمزگی۔ اور وہ لوگ جو اس بدمزگی سے نصیحت نہیں پکڑتے، استغفار نہیں کرتے. اللہ کی طرف توبہ کے ساتھ مائل نہیں ہوتے ان کے لئے صرف یہی نہیں کہ ان کی حسیں مر جاتی ہیں بلکہ اس کے بعد ان کی ساری زندگی ایک سزا بن جاتی ہے۔ بدانجام کو پہنچتے ہیں، وہ خراب ہو جاتے ہیں، ان کے گھر خراب ہو جاتے ہیں، ان کے بچے اجڑنے لگتے ہیں۔

پس قرآن کریم کی تعلیم کو تخفیف کی نظر سے نہ دیکھیں۔ یہ کوئی ڈکٹیٹر کا حکم نہیں ہے آپ کے لئے۔ اللہ کا حکم ہے جو فطرت کے باریک در باریک پہلوؤں پر نظر رکھتا ہے اور قرآنی تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ ان امور کو سمجھنے کے بعد آپ یہ فیصلہ کریں گی کہ ہر وہ پھل جو ابتداء میں حیاء توڑنے کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس پھل سے اجتناب کریں۔ حیاء کا پردہ اٹھا کر یا اسے پھاڑ کر جس لذت کو بھی آپ حاصل کرتے ہیں یا کرتی ہیں وہ لذت گناہ ہے اور وہ لذت آپ کے آخری مفاد کے خلاف ہے۔ اور پھر حیاء رہے یا نہ رہے وہ بداثر ضرور باقی رہتا ہے اور ایسے لوگوں کا انجام بہت ہی بد ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جن کی زندگیاں اس طرح اجڑ جائیں ان کے بڑھاپے دیکھ کر انسان عبرت حاصل کرتا ہے۔ بہت ہی خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو کر، ایسے چہروں کے ساتھ وہ مرنے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں جن کے انگ انگ پہ سارے بدن کے دکھ ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔ ایک ناکام زندگی، ایک گناہوں میں ملوث زندگی، جس نے سارے جسم کو پھوڑا بنا رکھا ہے اس انجام کو پہنچتے ہیں چہرے پر کوئی حیاء کے آثار نہیں ہوتے اور ان کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نیکی ہی ہے جو انجام کار سب سے اچھی چیز ہے۔ آپ کسی نیک کو مرتا ہوا دیکھیں اور پھر ایک بد کو مرتا ہوا دیکھیں تب آپ کو یہ باتیں سمجھ آئیں گی جو میں قرآن اور حدیث کے حوالے سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جب ایک بد کو موت آتی ہے تو اس کی بے قراری اظہر من الشمس ہوتی ہے اور بلا استثناء ہر مرنے والا بد، حسرت سے دیکھتا ہے کہ کاش میں اس سے پہلے کچھ اور کر چکا ہوتا۔ اور ہر نیک جو جان دیتا ہے وہ اپنی جان جان آفریں کے سپرد اتنی طمانیت سے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے "راضیۃ مرضیۃ" وہ مجھ سے راضی ہوتی ہیں میں ان سے راضی ہوتا ہوں اور میں انہیں آواز دے کر کہتا ہوں "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ" کہ اے میرے پاک بندے لوٹ آ میری طرف "راضیۃ مرضیۃ" اس حالت میں کہ تو مجھ سے خوش ہے اور میں تجھ سے خوش ہوں "فادخلی فی عبادی" میرے بندوں میں داخل ہو جا "وادخلی جنتی" اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (سورہ الفجر. ۲۸ تا ۳۱)

پس کیا آپ پسند نہیں کریں گے اور کیا آپ پسند نہیں کریں گی کہ ہم میں سے ہر ایک کو مرتے وقت یہ آواز آئے کہ مجھ سے راضی ہوتے ہوئے میرے پاس آ۔ ایسی حالت میں کہ میں تجھ سے راضی ہوں۔ اور یہ آواز آپ نے بنانی ہے۔ اس زندگی میں جو موت سے پہلے کی زندگی ہے اگر آپ یہ آواز نہیں بنا سکیں تو مرتے وقت آپ کو یہ آواز نہیں آئے گی۔ "راضیۃ" کا مطلب یہ ہے کہ ساری عمر تو مجھ سے راضی رہا، میرے احکام سے راضی رہا. جو میں نے تجھ سے چاہا تو اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتا رہا۔ پس چونکہ زندگی بھر تو مجھ سے راضی رہا اب موت کے بعد وقت آگیا ہے کہ میں تجھ سے راضی رہوں اور ہمیشہ راضی رہوں۔ پس اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کا انجام اس پیاری آواز کو سنتے ہوئے ہو۔ "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" کہ اے پیاری روح جو میری طرف لوٹ کر آ رہی ہے اس حال میں میری طرف لوٹ کہ تو مجھ سے راضی ہے یا راضی رہی ہو اور میں تجھ سے راضی ہوں۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔ اب جنتیں تو بہت سی ہیں۔ یہ وہ لوگ جو "راضیۃ مرضیۃ" ہیں ان کی جنت کو اللہ نے اپنی جنت قرار دیا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری عمر وہ رضا کی خاطر زندہ رہے۔ اور جس کی رضا کی خاطر رہے اسی کا قرب ان کی جنت بنتا ہے۔ پس میری جنت سے مراد یہ ہے کہ تمہیں ہم سب سے اعلیٰ درجے کی جنت عطا کریں گے جو قرب الٰہی کی جنت ہے۔ خدا کرے کہ ہم سب کو یہی نیک انجام نصیب ہو۔ اس کے ساتھ ہی اب ہم دعا کرتے ہیں اور آج کا یہ اجلاس اس دعا کے ساتھ ختم ہو گا۔ (اب خاموشی کے ساتھ میرے ساتھ دعا میں شامل ہو جائیں۔ یہ اجلاس اس دعا کے بعد اختتام پذیر ہو گا۔ آیئے دعا کرلیں)۔

مفید طبی معلومات

(ڈاکٹر امۃ الرزاق سمیع۔ ایف۔ آر۔ سی۔ ایس)

کولیسٹرول کیا ہے؟

آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ ڈاکٹر خون میں کولیسٹرول (Cholesterol) کی بابت بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کولیسٹرول کی مقدار خون میں کم ہونی چاہئے۔

کولیسٹرول کیا ہے؟

کھانے میں جو چربی، گھی، مکھن اور کریم استعمال کی جاتی ہے۔ اس کا بڑا حصہ ایک خاص قسم کے کیمیائی مادے سے بنا ہوتا ہے جسے کولیسٹرول کہتے ہیں۔ یہ کیمیائی مادہ ہمارے جسم میں بے حد کام آتا ہے کیونکہ ہمارے جسم کے ہر خلیے کے اوپر کولیسٹرول کا غلاف چڑھا ہوتا ہے جو کہ خلیے کی حفاظت کرتا ہے۔ کولیسٹرول جسم میں خاص زنانہ یا مردانہ ہارمون بنانے کے کام آتا ہے۔

کولیسٹرول کی زیادتی کیسے ہوتی ہے؟

اگر ہماری غذا میں چربی کی مقدار ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو ہمارے جسم میں کولیسٹرول جمع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ فل کریم ملک، دودھ، انڈا، گھی، مکھن اور بڑے گوشت میں بہت زیادہ کولیسٹرول پائی جاتی ہے۔

کیا کولیسٹرول کی زیادتی نقصان دہ ہے؟

جی ہاں! کولیسٹرول ایسی چربی ہے جو کہ بہت آسانی سے انسان کے خون کی رگوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ اگر یہ چربی خون کی رگوں میں جم جائے تو یہ رگیں تنگ ہو جاتی ہیں اور خون کا بہاؤ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر یہ رگیں دل کو جاتی ہوں تو دل کو خون ملنا کم ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ دل کے دورے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر یہ رگیں دماغ کو جاتی ہوں تو دماغ کو خون ملنا کم ہو جاتا ہے اور فالج کا خطرہ ہوتا ہے۔

کولیسٹرول کی موروثی بیماریاں

بعض خاندانوں میں یہ موروثی بیماری ہوتی ہے کہ جسم میں کولیسٹرول کو استعمال کرنے والے کیمیائی مادے نہیں ہوتے لہذا جو بھی چربی کھانے میں استعمال ہو وہ سیدھی رگوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہ بہت خطرناک بیماری ہے۔ اور اس بیماری میں مبتلا ہونے والے لوگ چھوٹی عمر میں دل کے دورے کا شکار ہو سکتے ہیں۔

کیا خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کی جا سکتی ہے؟

جی ہاں! زیادہ تر لوگوں میں غذا میں تبدیلی سے خون میں کولیسٹرول کی مقدار پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کھانے میں تلی ہوئی اور زیادہ گھی والی چیزیں نہ کھائیں اور انڈا، فل کریم والا دودھ، مکھن، گھی اور بڑے گوشت کو مناسب مقدار میں استعمال کرنے سے خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ آج کل ایسی دوائیاں بھی دستیاب ہیں جو کہ جسم میں کولیسٹرول کی مقدار کم کر دیتی ہیں۔ ان دواؤں کے باقاعدہ استعمال سے دل کے حملہ کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

تازہ ترین ریسرچ نے ثابت کیا ہے کہ تازہ سبزیاں اور پھل کھانے سے کولیسٹرول کے خراب اثرات جسم پر ظاہر نہیں ہوتے۔ لہٰذا اگر ہم خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ غذاؤں سے ہر چیز ایک معتدل مقدار میں کھائیں تو اللہ کے فضل سے ایسی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

خطبہ جمعہ

کسی امارت پر فائز ہونا کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ اس کے بہت گہرے تقاضے ہیں انہیں لازماً پورا کرنا ہوگا

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۴ جون ۱۹۹۶ء مطابق ۱۴ احسان ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

گزشتہ خطبات میں جرمنی کے سفر کے دوران بھی اور بعد ازاں بھی میں نے جماعت کو امارت کی عزت اور احترام کی طرف توجہ دلائی اور جماعت کو نصیحت کی کہ اپنی اطاعت میں محبت اور خلوص کا رنگ پیدا کریں کیونکہ یہی سچی اور حقیقی اطاعت ہے جو انسان کو ابتلاؤں سے بچاتی ہے۔ اگر محض میکانیکی یعنی مکینیکل اطاعت ہو تو ایسی اطاعت بعض دفعہ ٹھوکر کے مقام پر انسان کو سہارا نہیں دے سکتی اور معمولی عذر پر بھی انسان اپنی اطاعت کا تعلق توڑ کر خود سری کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یعنی جہاں محبت اور ادب کے رشتے ہوں وہاں یہ دونوں رشتے اطاعت کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے اندر ایک وارفتگی سی پیدا کر دیتے ہیں، ایک ایسا رجحان جس کے بعد انسان اطاعت کی سختیوں کو برداشت کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو جو تربیت میں مرتبہ اور مقام حاصل ہے اتنا کسی اور رشتے کو نہیں کیونکہ ماں کی سختیاں بسا اوقات ردعمل کے بغیر بچہ جھیلتا ہے۔ اور جہاں ردعمل دکھاتا ہے وہاں ماں کا کوئی قصور ہوا کرتا ہے۔ وہ ماں جو فطری تقاضے پورے کرتی ہے۔ بچوں سے پیار اور محبت کے تعلق قائم رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کا خیال رکھتی ہے اس ماں کے بچے سختی کے وقت بھی دکھ تو محسوس کریں گے۔ بغاوت نہیں کریں گے۔

پس جہاں جماعت کو میں نے توجہ دلائی ہے وہاں اب میں امراء کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہر جماعتی عہدیدار کو کہ اس نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو خود اس کے لئے لازم ہے کہ اول وہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ بنے۔ یعنی اپنے سے بالا اس پر نظر رہے اور وہ بہترین اطاعت کا ایک نمونہ بن جائے۔ اور دوسرے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے اطاعت کا حکم ہے آپ کے لئے اگر ہے تو اس کے تابع ہی ہے مگر اس کے ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ گو منطقی نقطہ نگاہ سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اطاعت میں آپ کے مقرر کردہ امراء کی اور غلاموں کی اطاعت بھی داخل فرما دی گئی ہے۔ اس لئے ان سب امراء کو جو نظام جماعت کے نمائندہ ہیں یا صدر ہیں یا قائدین ہیں یا زعماء ہیں یا لجنہ کی صدرات ہیں ان سب کو اطاعت کا اپنے منصب کے لحاظ سے ایک حق حاصل ہو گیا ہے اور اس میں ان کی ذات کا کوئی دخل نہیں۔ یہ نصیحت جہاں میں کر رہا ہوں وہاں یہ بھی سمجھانا چاہتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ سب سے زیادہ اہم ترین اطاعت کا حکم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کے لئے ہے اور آپ ہی کی ذات کے حوالے سے پھر آگے یہ حکم پھیلا ہے۔ مگر آپ کے متعلق بھی قرآن کریم نے متنبہ فرمایا کہ اگر تجھے وہ رحمت کا دل نہ دیتے جو ہر وقت ان پر جھکا رہتا ہے، ہر وقت ان کے خیال میں مگن رہتا ہے، ان کی تکلیف تجھ پر مصیبت بن جاتی ہے "عزیز علیہ ما عنتم" جو دکھ اٹھاتے ہیں تجھے بھی مصیبت پڑ جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا اس قسم کی کیفیات تو تیری اعلیٰ عظمت اور تیرے متعلق خدا تعالیٰ کے اعلیٰ فرمان بھی ان کو اکٹھے نہ رکھ سکتے۔ اس لئے کہ تو تو صحت مند ہے یہ سارے صحت مند نہیں۔ اور جو اعلیٰ صحت اطاعت کے لئے درکار ہے جو ہر ٹھوکر سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہر ابتلاء سے ثابت قدم گزرتی ہے وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ اور وہ صحابہ کرام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صحبت میں قریب تر رہتے تھے ان کا ایک الگ مرتبہ تھا۔ ان کے متعلق اس آیت میں ہرگز یہ نہیں فرمایا گیا کہ "لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک" (آل عمران: ۱۶۰) انہوں نے تو رہنا ہی تھا ساتھ۔ ان پر تو یہ مضمون صادق آتا تھا کہ "ہمیں تو راہروؤں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا" یعنی محبوب کی گلیوں میں۔ اس لئے قرآن کریم کی ہر آیت کو اس کے موقع محل کے مطابق چسپاں کرنا چاہئے۔ لیکن ایک بڑی جماعت ایسی تھی جو تربیت میں وہ مرتبہ نہیں رکھتی تھی۔ وہ ہر لمحہ دلداری کے محتاج تھے اور دلداری کے رستوں سے وہ رفتہ رفتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب آتے رہے، قریب تر ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ پھر اس مرتبے اور مقام پہ پہنچے کہ جس کے متعلق قرآن کریم نے ان کے ثبات قدم کی گواہیاں دیں۔ پس وہ جو مضمون ہے وہ عمومی تربیت کا مضمون ہے کہ جو امیر مقرر ہو اور خاص طور پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امیر مقرر ہو اسکے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انسانی فطرت کو نظر انداز کر کے محض اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے مامور بنا دیا ہے وہ یہ سمجھے کہ اب ہر شخص کا فرض ہے میری اطاعت کرے اور اطاعت میں حد کمال کو پہنچ جائے مگر میں بس صرف مامور بن کے بیٹھا رہوں گا میرا کام اطاعت قبول کرنا ہے اس سے بڑھ کر نہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ یہ فطرت انسانی کے خلاف بات ہے۔ اور قرآن فطرت کے مطابق ہے۔

اور قرآن یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خدام میں جو اطاعت کے بے مثال نمونے تم دیکھتے ہو اس میں تم ان کے لئے جتنی بھی دعائیں کرو بے شک کرو مگر یاد رکھو کہ اس کا اصل کریڈٹ، اس کا اصل سہرا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سر پر ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے پیار، محبت، مغفرت، عفو اور ان کی خاطر تکلیفیں اٹھا کر خود ایک مقام پیدا کر لیا۔ اور ایک ایسا مقام پیدا کیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ صفات نہ ہوتیں تو ان میں جو نمونے تم دیکھتے ہو وہ نظر نہ آتے۔ پس یہ ان کی ذاتی خوبی نہیں۔ یہ اطاعت بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حسن کا ہی ایک عکس ہے۔ تو یہ آیت کریمہ ہمیں اس طرف بھی متوجہ کر رہی ہے کہ ہر وہ شخص جو مامور ہے کسی پہلو سے خواہ محدود دائرے میں ہو، ایک زعیم بھی جو انصار اللہ کا زعیم ہے وہ بھی محدود دائرے میں ایک مامور ہے، ایک زعیم بھی جو خدام الاحمدیہ کا زعیم ہے وہ بھی تو اپنے دائرے میں اور محدود دائرے میں ایک مامور ہے۔ تو ہر شخص جس کا حکم مانا جائے اسے مامور کہا جاتا ہے یعنی اس کی بات مانی جائے گی۔ ان معنوں میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی منصب ماموریت عطا فرمایا ہے جو انبیاء کو دیا جاتا ہے، یہ الگ مضمون ہے۔ مگر مامور کا عام معنی یہی ہے کہ اپنے دائرے میں صاحب اختیار ہو، صاحب امر ہو۔ اس پہلو سے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اسے یاد رکھنا ہوگا کہ جن لوگوں پر مامور ہے ان کے دل جیتنے میں اسے لازماً محنت کرنی ہوگی اور ان کے طبعی فطری تقاضے پورے کرنے ہونگے۔ پس وہ امیر جو امیر بن کر یہ اہم اور بنیادی نکتہ نظر انداز کر دیتا ہے وہ بے وقوف بھی ہوگا اور ایک قسم کا اس میں تکبر بھی پایا جائے گا۔ بیوقوف اس لئے کہ جو مرکزی نکتہ قرآن کریم نے بار بار سمجھایا جس کے بغیر امارت مکمل ہو ہی نہیں سکتی اسے نظر انداز کر بیٹھا ہے۔ اور تکبر ان معنوں میں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق قرآن یہ فرماتا ہے کہ اگر یہ صفات تجھ میں نہ ہوتیں تو انہوں نے بھاگ جانا تھا، اپنے متعلق وہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ مجھ میں نہ بھی ہوں تو فرق کوئی نہیں پڑتا انہوں نے ماننی ہی ماننی ہے۔ اگر وہ مانتے ہیں تو پھر تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ عمومی نظام جماعت کی برکت سے مانتے ہیں اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خاطر مانتے ہیں۔ وہ دہرے ثواب کماتے ہیں اور تم مجرم بن جاتے ہو۔

پس کسی امارت پر فائز ہونا کوئی معمولی امر نہیں ہے، اس کے بہت گہرے تقاضے ہیں، انہیں لازماً پورا کرنا ہوگا۔ مگر جہاں تک نافرمانی والے کا تعلق ہے اس کا یہ عذر کبھی قبول نہیں ہو سکتا کہ چونکہ اس نے مجھ سے حسن سلوک نہیں کیا تھا اس لئے میں نافرمانی کا حق رکھتا ہوں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں۔ قرآن کریم نے ان کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اگر سختی کی وجہ سے دور ہٹے ہوں ہرگز یہ حق تسلیم نہیں کیا کہ ان کو ہٹنے کا حق تھا۔ ان کی ایک نفسیاتی کمزوری بیان فرمائی ہے۔ ورنہ جو اطاعت کا اعلیٰ حق ہے اس میں کسی شخص کی ذاتی کمزوری یا ذاتی صفات کا کوئی بھی دخل ہونا نہیں چاہئے۔ اطاعت کے زاویے سے دیکھیں یعنی مطیع کے زاویے سے دیکھیں تو پھر یہ مضمون یوں نکلے گا کہ مطیع کو اگر اس کا مطاع یعنی جس کو امر کا اختیار دیا گیا ہے باوجود اس کے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا اپنے دائرہ اختیار میں حکم دیتا ہے تو مطیع کا فرض ہے کہ لازماً قبول کرے۔ اور یہ عذر نہیں رکھے کہ چونکہ اس نے مجھ سے حسن سلوک نہیں کیا اس لئے میں حق رکھتا ہوں کہ اس کی اطاعت سے باہر چلا جاؤں۔ یہ حق قرآن کریم نے کہیں بھی کسی کو نہیں دیا۔

جہاں تک مومن کا تعلق ہے ان کی ایک ہی آواز بیان فرمائی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ کی آواز کے تابع اٹھی اور یک جان ہو کر اٹھی ہے اور یہ آواز تھی "سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر" ہمیں تو اس کے سوا کچھ نہیں پتہ۔ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ جو سنا اس پر عمل کیا۔ "سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر" اور سننے اور اطاعت ہی میں اے رب ہمیں تیری غفران کی حرص ہے۔ ہم جو سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں تو اس غرض سے نہیں کہ جس کی اطاعت کرتے ہیں اس سے کوئی فیض ہمیں پہنچے گا یا اس کی محبت بذات خود ہمارا مطمع نظر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس لئے ہے کہ "غفرانک ربنا" تاکہ تو ہم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ "والیک المصیر" ہم نے آخر تیرے حضور پہنچنا ہے۔ سارا حساب کتاب تیرے حضور پیش ہوگا۔

میں امراء کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہر جماعتی عہدیدار کو کہ اس نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو خود اس کے لئے بھی لازم ہے کہ اول وہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ بنے

تو "سمعنا واطعنا" کا مضمون ایک وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کے خدا تعالیٰ کی جانب رخ سے ہمیں معلوم ہوا۔ جب خدا کی طرف اپنا رخ فرمایا تو ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف سے تھا اس کے متعلق یہ اعلان ہوا ہے "سمعنا واطعنا" ہمارا اور کوئی کام نہیں ہے۔ لیکن جہاں جس کو مامور بنایا گیا ہے اس کے رخ سے دیکھیں تو اسے سمع اور اطاعت کی روح پیدا کرنے کے لئے اپنی جان کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اپنے آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ وہ تمام نفسیاتی تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں جن کے نتیجے میں پھر یہ ایسی جماعت پیدا ہو۔ تو ایک طرف سے مضمون کو دیکھا جائے تو مضمون بعض دفعہ بگڑ جاتے ہیں اور غلط استدلال پیدا ہو جاتے ہیں اور لوگ غلط استدلال کے نتیجے میں خود اپنی ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں۔ اب یہی صورت حال اگر آج کل کے حالات پر جو جماعتوں میں رونما ہوتے رہتے ہیں چسپاں کر کے تفصیل سے دیکھیں تو آپ کے سامنے یہ مسئلہ خوب کھل کے آجائے گا۔ ایک امیر ہے جو اپنی رحمت اور شفقت کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ ذاتی تعلقات کو محض اس لئے نہیں بڑھاتا کہ خدا کی خاطر اب وہ مجبور ہے اور برداشت اور حوصلہ پیدا نہیں کرتا اور اس فکر میں نہیں رہتا کہ جس طرح بھی ممکن ہے مجھ سے محبت اور احسان کے رشتوں میں یہ لوگ باندھے جائیں۔ وہ امیر اپنی جماعت میں ویسی اطاعت کے نمونے نہیں دیکھ سکتا۔ ناممکن ہے۔ بلکہ بسا اوقات وہاں ٹھوکر کے واقعات کثرت سے دکھائی دیں گے۔ چھوٹی سی بات ہوئی اور لوگ ناراض ہو کے بھاگ گئے۔ امیر سے نہیں بھاگے اپنی عاقبت سے بھاگ گئے۔ اپنی آخرت تباہ کر لی۔ لیکن اس صورت میں دونوں یکساں ذمہ دار نہیں ہیں تو کم سے کم کچھ نہ کچھ ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ برابر کا لفظ کہنا مشکل ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ بعض دفعہ ایک ذمہ داری کسی پر کم کسی پر زیادہ مگر ذمہ دار دونوں ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان لوگوں کی بدنصیبی ہے جو ایسے امیر کی امارت میں ہیں جو ان سے رحمت اور شفقت کا سلوک نہیں کرتا۔ اور اس امیر کی بھی بدنصیبی ہے جو کرتا بھی ہو تو کچھ خود سروں کا امیر بنایا گیا ہے کیونکہ بعض دفعہ یہ امیر کے قصور کی وجہ سے خود سری نہیں آتی بعض جماعتوں میں کچھ گٹھلیاں بن جاتی ہیں۔ کچھ شریروں کی گٹھلیاں جن کا شغل ہی یہ رہتا ہے کہ کچھ ایک گروہ یہاں بنا لیا ایک گروہ وہاں بنا لیا اور تاک میں رہتے ہیں کہ امیر سے جو بھی ہو جب بھی کوئی غلطی ہو اس کو پکڑیں اور بلند آواز سے کہیں کہ یہ دیکھو یہ حرکتیں کر رہا ہے ہم اس کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ موقع ملے تو دھمکیاں بھی اس کو دیں۔ ایسے ظالموں کی کینسر کی گٹھلیاں بھی کئی جگہ موجود ہیں اور جہاں یہ موجود ہیں وہاں امیر کو ہم نے بدل بدل کے دیکھ لیا۔ انتہائی رأفت کرنے والا، شفقت کرنے والا امیر بھی بھیجیں تو اس کے ساتھ وہی بدتمیزی کا سلوک ہوگا بلکہ بعض دفعہ نسبتاً سخت امیر کے سامنے یہ لوگ جھک جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اس نیت سے سخت امیر مقرر کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ لوگ نیکی اور شفقت اور رحمت کی زبان سے بالکل نابلد ہو جاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں یہ زبان ہوتی کیا ہے۔ وہ دوسری زبان کسی حد تک سمجھتے ہیں۔ کوئی مضبوط امیر ہو جو بدتمیزیاں برداشت نہ کرے اور آگے سے اسی طرح دوٹوک جواب دے سکے تو وہ ماحول تو نہیں ہے جو اسلامی ماحول ہے اس کو تو میں ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ مگر بیماروں کی دنیا میں صحت مند قانون چلا بھی تو نہیں کرتے۔ وہاں پھر یہ مضمون صادق آتا ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ روح ہی بد ہے تو فرشتے بھی تو ویسے ہی سخت گیر ہونگے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو جہنم کے تعلق میں بیان فرمایا ہے۔ کہتا ہے جہنم کے فرشتے بھی بڑے سخت گیر ہیں۔ کوئی رحم نہیں جانتے۔ وہ جہنمی چیختے چلاتے رہتے ہیں کہ اے جہنم کے داروغے ہمارے لئے خدا سے کچھ مانگ۔ وہ کہتا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ان کی سخت گیری جو ہے وہ اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ تو جیسی روح ویسے فرشتے کا مضمون محض محاورہ نہیں۔ قرآن سے ثابت ہے کہ جیسے جیسے لوگ ہوں ویسے ویسے ہی فرشتے ان پر مسلط کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مرتے وقت کے فرشتے آتے ہیں۔ جو نیک لوگوں کے فرشتے ہیں وہ ان کے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں ان کو محبت اور پیار سے تیار کرتے ہیں اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کے لئے۔ اور خوش خبریاں دیتے ہیں کہ تم ایک تکلیف کے مقام سے ایک آرام کے مقام کی طرف منتقل ہو رہے ہو۔ اور جو سخت گیر فرشتے ہیں وہ ان لوگوں پر آتے ہیں جو ظالم ہیں۔ ساری عمر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کئے ہوں۔ ان کو کہتے ہیں خود اپنی جانیں نکال کر باہر لاؤ۔ اب اس قسم کا سخت منظر ہے کہ اس کو قرآن کریم میں پڑھتے ہوئے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو اس لئے یہ کہنا کہ بعض دفعہ لوگ سخت گیر مزاج کے مستحق ہو جاتے ہیں یہ قرآنی مضامین سے مختلف نہیں۔ مگر اسے مثالی ماحول بہرحال نہیں کہا جا سکتا۔

مثالی ماحول تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ثابت ہو اور آپؐ نے اپنی تمام زندگی میں اطاعت کو قائم کرنے میں جو نمونے دکھائے ہیں ان نمونوں کی پیروی کر رہا ہو۔ اگر سو فیصدی نہیں تو کوشش ضرور ہو کہ ویسے نمونے پیدا ہوں۔ جہاں یہ صورت حال ہو وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں یہ خوبی ہے کہ وہ پھر اپنی جان بھی ایسے امیروں پہ نچھاور کرنے لگتی ہے۔ صدر ہو خدام الاحمدیہ کا، قائد ہو، زعیم ہو ان سب سے قطع نظر اس کے کہ ان کا کوئی رشتہ کوئی دوستی کا تعلق، کچھ مزاج میں ہم آہنگی ہے کہ نہیں وہ لوگ گہری محبت کا سلوک کرتے ہیں۔ ان کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی ہر بات کو قبول کر کے ہر پہلو سے اس پر عمل درآمد کی کوشش کرتے ہیں۔

پس اس پہلو سے جماعت کی تاریخ میں بہت سی بڑی بڑی جماعتوں کی ایسی مثالیں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کسی ایک امیر نے ایسا سلوک کیا تو آج تک ان جماعتوں کو اسی امیر کا فیض نصیب ہو رہا ہے اور اس کی نیکیوں کا پھل آج تک کھا رہے ہیں۔ اس کے لئے دعائیں نہ کریں تو ان کی بے پرواہی ہے، ناشکری ہے۔ مگر جو شخص نیک روایات پیچھے چھوڑ جائے۔ جس نے عرق ریزی کے ساتھ اور اپنا خون بہا کر محنت کر کے وہ پاکیزہ ماحول بنایا ہو جو بہترین اسلامی ماحول ہے جس میں امیر اپنے ماتحتوں پر فدا اور ماتحت اپنے امیر پر فدا۔ اس کی رضا پر نظر رکھنے والے ہوں یہ ماحول پھر بعض دفعہ نسلاً بعد نسل ان لوگوں پر احسان کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض شریر اس کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اس کے مزاج کو بگاڑ دیں۔ پس یہ وہ باریک باتیں ہیں جن میں سے ہر بات پر نظر رکھنی ہوگی۔

جماعت کو سمجھنا چاہئے کہ ہمارا دائرہ اختیار کیا ہے۔ اطاعت کہتے کس کو ہیں۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اطاعت تو اصل وہ ہے کہ مرضی کے خلاف ہو اور جان کی قربانی پیش کرنی پڑے۔ امیر، بحیثیت امیر جماعت کے تصور میں نہیں وہ بھی، جو بھی جس کو خدا نے کسی حکم پر فائز فرمایا ہو۔ جس دائرے میں بھی ہو۔ اس سے اگر غلطی بھی ہو جاتی ہے تو اس غلطی کو نظر انداز کر کے اپنے اطاعت کے فرائض میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہونے دیں۔ اور اس مضمون کو یاد رکھیں کہ میں اپنی جان، مال، عزت اور وقت کو قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ یہ اطاعت کا وہ مضمون ہے جس کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس عہد کی صورت میں ہمیں سمجھایا کہ اطاعت محض خشک اطاعت کا نام نہیں ہے کہ مرضی کی بات ہو تو اطاعت کرو۔ جہاں تکلیفیں اور آزمائشیں سامنے آئیں وہاں اطاعت سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ جان، مال، عزت اور وقت کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گا۔ بعض لوگوں کو تو میں نے دیکھا ہے کہ یہ بھی لکھتے ہیں اس امیر نے لمبی باتیں کیں، ہمارا وقت ضائع کیا۔ فلاں بات کی ہمارا وقت ضائع کر دیا۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو میرا فرض ہے کہ اس امیر کو سمجھاؤں۔ اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو وہ سرزنش کا سزاوار ہو گیا ہے۔ لیکن آپ کا یہ کام نہیں کہ امیر پر روزمرہ اٹھ کر ایسی باتیں کریں تم مجلسوں میں لمبی باتیں کرتے ہو ہمارا وقت ضائع کرتے ہو۔ بلایا ہے کوئی خاص بات بھی نہیں تھی۔ یہ دل کی بدتمیزیاں ہیں۔ ان کو حقوق قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ماتحت کے حقوق ہیں۔ ماتحت کا حق ہے تو امیر پر ہے کہ ان کے حقوق کا خیال رکھے لیکن ماتحت اس قسم کی باتیں خود نہیں کہا کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اپنے غلاموں کا اتنا خیال تھا کہ نماز سے بڑھ کر اور کون سا لمحہ ہے جو آپ کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو مگر ایک بچے کے رونے کی آواز آپؐ کو نماز چھوٹی کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ اس خیال سے کہ اس کی دردناک آواز اس کی ماں کے دل پر کیا اثر کرتی ہوگی نماز جلدی کر دی۔ لیکن کہیں ہم نے نہیں سنا کہ مائیں چیخ اٹھی ہوں کہ اے خدا کے رسول تجھے نمازوں کی فکر پڑی ہوئی ہے ہمارے بچے رو رہے ہیں اور تجھے پرواہ ہی کوئی نہیں۔ یہ جہالت تھی اگر ہوتی۔ لیکن یہ شان محمدؐ مصطفیٰ ہے کہ ایسا موقع آنے کا سوال ہی نہیں پیدا کبھی ہوا۔ وہ شخص جو دوسروں سے بڑھ کر ان کی تکلیفوں کا خیال رکھتا ہو اس کے اوپر جائز حملہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم نے بے پرواہی کی ہے۔ اور اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی کسی مسلمان کو یہ کہنے کا حق نہیں ملا کہ آپ نے ہم سے بے پرواہی کی اس کے نتیجے میں ہم سے یہ واقعہ ہو گیا۔ کیونکہ آپؐ سب کی ضرورتوں پر اپنی ضرورتوں کو قربان کر دیا کرتے تھے اور اس حد تک کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ انسان میں اتنی طاقت کیسے ہے، ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

بعض دفعہ بعض چیزیں اچھی بھی لگتی ہیں لیکن انسان اس حد تک ان پر عمل کر ہی نہیں سکتا جب تک اس کے سارے نظام کے اندر، اس کے اندرونی نظام کے اندر گہری تبدیلیاں واقع نہ ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعض کردار ایسے ہیں جن کو دیکھ کر ان کی عظمت کی وجہ سے سر سے ٹوپی گرتی ہے۔ اتنے بلند ہیں۔ مکارم الاخلاق پر آپ کو فائز کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ بھی درست ہے کہ ہم پر لازم ہے کہ ان کی پیروی کریں لیکن یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو یہ کیا تھا تم نے تو بالکل ویسا نہیں کر کے دکھایا۔ اخلاق کے مضمون میں اور انصاف کے مضمون میں ایک فرق

ہے۔ انصاف کے تقاضے اگر امیر پورا نہیں کرے گا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو پکڑوں لیکن قربانی کے وہ نمونے نہ دکھا سکے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دکھائے ہیں تو صرف یہ نظر ہوگی کہ کوشش کرتا ہے کہ نہیں۔ اسے نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ تم یہ بھی تو کر سکتے تھے۔ اس طرح بھی دل جیت سکتے تھے۔ یہ قربانی اس قربانی کا مظاہرہ کر سکتے تھے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے سرزنش کی جائے اور سختی کی جائے کیونکہ دو الگ الگ مضمون ہیں۔

> جہاں تک امیر کے فرائض کا تعلق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے یکساں ہو جائے اور سب سے یکساں ہونے کے لئے ایک اور اس میں خوبی پیدا ہونا ضروری ہے کہ وہ چند لوگوں کو اپنے اوپر قبضہ نہ کرنے دے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صرف فرائض کی دنیا تک نہیں رہے۔ آپ کا قدم احسان کی طرف بلند ہوا ہے اور احسان سے ایتاء ذی القربیٰ میں جا کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بلندیوں میں آپ کا وجود ہماری نظر کی رسائی سے بھی آگے نکل چکا ہے۔ اس لئے ہر ایسی کوشش جو آپ کی سنت کے مطابق ہے وہ بھی تجزیہ کے لحاظ سے مختلف مراتب رکھتی ہے۔ بعض جگہ وہ کوشش فرض میں داخل ہے۔ بعض جگہ وہ کوشش نوافل میں داخل ہے۔ لیکن نوافل کہہ کے اسے نظر انداز کرنے والا بھی فرض کو نظر انداز کر رہا ہے۔ اب بظاہر اس بات میں تضاد ہے لیکن کوئی تضاد نہیں ہے۔ ایک فرائض کی دنیا ہے اس میں امیر کا فرض ہے کہ ان سب تقاضوں کو پورا کرے جو امیر کے اوپر لازماً عائد ہوتے ہیں اور جماعت سے ایک خاص رنگ کا سلوک جس کی تفصیل میں آپ کو بتاؤں گا اس طرح وہ سلوک کرے اور کسی سے کوئی امتیاز نہ کرے۔ لیکن کس حد تک وہ ان کی بدتمیزیوں کو برداشت کرے۔ کس حد تک ان کے دکھوں پر شکوہ نہ کرتے ہوئے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ان کی مدد چاہے یہ وہ احسان والا مضمون ہے جس کے متعلق ہر شخص کے اپنے اپنے حالات ہیں، اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں۔ ان صلاحیتوں کے علاوہ ہر شخص کا پس منظر الگ الگ ہے۔ اس کا خاندان الگ الگ ہے۔ جس خاندان میں وہ پل کر بڑا ہوا ہے اس کے روزمرہ کے معاملات کے طریق اس پر اثر انداز ہیں۔ اس کی طبیعت پر ایک چھاپ لگ گئی ہے۔ یہ خیال کر لینا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کا حوالہ دے کر اچانک اس کو نرم رو بنا دو گے یہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں چونکہ سخت رو ہوں اور میں نے اپنے ماں باپ سے یہ سختیاں سیکھی ہوئی ہیں اس لئے مجھے حوالہ نہ دو سنت کا یہ اس کی فرض ناشناسی ہوگی بلکہ گستاخی اور بدتمیزی ہوگی۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ ہاں میں نے سن لیا، میں ادب کرتا ہوں۔ احترام کرتا ہوں جو تم نے حوالہ دیا ہے بہت بڑا ہے۔ میری مجال نہیں ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہہ سکوں مگر تم بھی دعا کرو میں بھی کوشش کروں گا کہ آئندہ اس پہلو سے بہتر نمونہ دکھا سکوں۔

پس جو جو فرائض جس جس پر عائد ہوتے ہیں، جو جو حسن و احسان کے تقاضے جس جس پر عائد ہوتے ہیں ان کی کوشش کرنا اور دیانتداری سے کوشش کرنا نظام جماعت کی حفاظت کے لئے اور اس کے استحکام کے علاوہ اس کی بقاء اور ہمیشہ ہمیش جاری رکھنے کے لئے بڑا ضروری ہے۔ بہت ضروری ہے۔ یہ باریک پہلو ہیں جن کے اندر نظام جماعت کی جان مضمر ہے۔ ان باریک پہلوؤں سے نظر اٹھائیں گے تو اسی حد تک نظام جماعت بیمار پڑنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے اندر ایسی کمزوریوں کی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی جو رفتہ رفتہ پھر ایسے نظاموں کو پارہ پارہ کر دیا کرتی ہیں۔ تو میں جن باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلا رہا ہوں ان کو معمولی نہ سمجھیں۔ میری نظر آئندہ لمبے عرصے تک ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ جماعت احمدیہ ان اعلیٰ اخلاق پر اور ان اقدار پر اتنی مضبوطی سے قائم ہو جائے کم سے کم ان اقدار پر جو نظام حفاظت کے لئے لازم ہے کہ پھر ہم اطمینان کی حالت میں اپنی جانیں خدا کے حضور سپرد کر سکیں۔ ہم کہہ سکیں کہ اے خدا جہاں تک ہم میں طاقت تھی، جہاں تک کوشش تھی ہم نے تیرے نظام کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی زندگیوں کی قربانیاں پیش کر دی ہیں۔ اور ہم خوشی سے تیرے حضور آرہے ہیں یہ کہتے ہوئے، جانتے ہوئے کہ یہ جماعت اب ایک نسل میں تباہ ہونے والی جماعت نہیں رہی۔ نسلاً بعد نسل ان کی خوبیاں تیرے قائم کردہ آسمانی نظام کی حفاظت کے لئے ہمیشہ قربانیاں پیش کرتی رہیں گی۔ یہ وہ روح اور جذبہ ہے جس کی خاطر میں آپ کو یہ باتیں سمجھاتا ہوں اور ان کی آزمائش کا وقت آپ پر روزانہ آتا ہے۔ اور اس وقت اگر آپ بیدار مغزی سے اپنے حالات کا جائزہ نہ لیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ آپ کتنی دفعہ کامیاب ہوئے ہیں، کتنی دفعہ ناکام ہوئے ہیں تو اس وقت تک آپ کو یہ باتیں سننے کے باوجود بھی عمل کی توفیق نہیں مل سکتی۔ روزمرہ اپنی زندگی کے حالات میں ان کو جاری کر کے دیکھیں۔

اب میں واپس آتا ہوں امیر کی ذمہ داریوں کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے۔ جہاں تک امیر کے فرائض کا تعلق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے یکساں ہو جائے اور سب سے یکساں ہونے کے لئے ایک اور اس میں خوبی پیدا ہونا ضروری ہے کہ وہ چند لوگوں کو اپنے اوپر قبضہ نہ کرنے دے۔ یہ فطری کمزوری کا رجحان ہے جو ہمیں دنیا میں ہر نظام میں ملتا ہے جو بالآخر اس نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ بھٹو صاحب جب برسر اقتدار آنے والے تھے اور ان کی مجلس لگی ہوئی تھی ایک ہوٹل میں تو میرا چونکہ ان کے ساتھ آنا جانا تھا، تعلقات تھے، میں بھی ان کو مبارکباد دینے گیا۔ تو انہوں نے مجھے یہ کہا کہ ملتے رہا کرو آئندہ بھی۔ مطلب یہ تھا کہ اب میں حکومت پہ آگیا ہوں لیکن یہ مطلب نہیں کہ میں اپنے تعلقات کو اس وجہ سے قربان کر دوں کہ میں کوئی بڑا آدمی بن گیا ہوں۔ شاید ان کے ذہن میں یہ تھا یا کچھ اور بات ہوگی۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو آئندہ ملنے جلنے کا وعدہ لینے کے لئے نہیں آیا۔ یہ بتانے آیا ہوں کہ اب ملنا جلنا ختم ہو گیا ہے۔ اچانک ساری مجلس پر ایک سناٹا سا چھا گیا کہ کیسی عجیب بات کر گیا ہے یہ۔ اور بھٹو صاحب نے ایک دم سب باتیں چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو کے سوال کیا، کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ یہ کہنے آئے ہو کہ اب تم مجھ سے ملنا جلنا بند کر دو گے۔ میں نے کہا ہاں میں یہی کہنے آرہا ہوں۔ کہتے ہیں کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا مطلب یہ ہے کہ میں نے سیاست کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوا ہے اور مشہور جو بڑی بڑی شخصیتیں ہیں ان پر میری نظر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اچھے سے اچھا سیاست دان بھی نیک سے نیک نیتیں لے کے بھی جب اوپر آتا ہے تو اس کے اردگرد جو جھوٹی تعریفیں کرنے والے اس کی طاقت میں Share کرنے کی خاطر، اس میں حصہ ڈالنے کی خاطر اس سے چمٹ جاتے ہیں جیسے مکھی گڑ پہ بیٹھ جائے آ کے۔ وہ ہیں جو اس گڑ کو ناپاک کر دیتے ہیں پھر۔ اور بڑے بڑے ایسے سیاست دان، جو بڑی نیک اور پاک نیتیں لے کے آئے تھے جب طاقت پر قابض ہوئے تو ان ظالموں نے جو اردگرد اکٹھے ہو جاتے ہیں انہوں نے ان کو خراب کر دیا۔ اور میں جھوٹی تعریف لے کر کبھی کسی سے نہیں مل سکتا اور سچی بات پھر حاکم کو بری لگتی ہے۔ اور سیاست دان برداشت کر لیتا ہے جب تک وہ حاکم نہ ہو۔ اب آپ صرف سیاست دان ہی نہیں رہے آپ حاکم ہو گئے ہیں اور میں وہی ہوں مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نہ مجھے آپ سے کوئی حرص، نہ کوئی لالچ اور ملنا نہ ملنا اس پہلو سے برابر ہے۔ تو مجھے خطرہ ہے کہ اب میں ملا اور میں نے سچی باتیں کیں تو پھر آپ کو تکلیف پہنچے گی تو بعد میں جو تعلق توڑنے ہیں ابھی کیوں نہ توڑ لئے جائیں۔ یہ باقی جو باتیں ہیں اس کو میں چھوڑتا ہوں۔

> وہ شخص جو دوسروں سے بڑھ کر ان کی تکلیفوں کا خیال رکھتا ہے اس کے اوپر جائز حملہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم نے بے پرواہی کی ہے

میں مثال دے رہا ہوں کہ یہ جو مضمون ہے کہ ایک صاحب اقتدار کو لوگ گھیرے میں لے لیتے ہیں یہ ایک دائمی مضمون ہے۔ تمام دنیا کی تاریخ پر اس کا برابر اطلاق ہوتا ہے اور اس تاریخ کا محض سیاست سے تعلق نہیں۔ اقتصادیات سے بھی تعلق ہے اور دوسرے انسانی زندگی کے دائروں سے بھی تعلق ہے۔ جہاں کسی آدمی کو بڑا ہوتے دیکھیں وہاں پرانے رشتے یاد آجاتے ہیں۔ پرانے تعلقات کے حوالے سے انسان اس کے گرد اکٹھا ایک جمگھٹ شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ مجھے یاد ہے مجھے اس پہ ہنسی بھی بہت آئی مگر واقعہ ہے جو انسانی فطرت کی کمزوری کو ظاہر کرنے کے لئے دلچسپ ہے۔ ایک احمد نگر کی خاتون تھیں ان کے بیٹے نے ذکر کیا کہ ضیاء الحق صاحب کا یہ حال ہے دیکھو ذرا اخلاق۔ میری ماں نے فون کیا تو فون ہی نہیں اٹھایا اس پہ اور ہونے ہی نہیں دیا حالانکہ وہ بھی ارائیں ہم بھی ارائیں۔ اب ارائیں کا رشتہ اور وہ بھی جالندھر کے یہ بھی جالندھر کے تھے یہ اتنا پکا ہو گیا کہ پہلے ساری عمر تو ضیاء کا خیال نہیں آیا ان کو۔ وہ حکومت پہ آیا تو ارائینت جاگ اٹھی اور اس خیال سے اس کے گرد اکٹھے ہونے لگ گئے۔

> جس کو خدا نے کسی حکم پر فائز فرمایا ہو، جس دائرے میں بھی ہو اس سے اگر غلطی بھی ہو جاتی ہے تو اس غلطی کو نظر انداز کر کے اپنے اطاعت کے فرائض میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہونے دیں

یہ گرد اکٹھے ہونے والے بعض دفعہ بہت ہی خطرناک نتیجے پیدا کرتے ہیں۔ اور جماعت میں یہ نہیں ہونے دینا چاہئے کسی قیمت پر بھی۔ اگر آپ کے گرد کچھ لوگوں نے ایسا گھیراؤ کر لیا جو آپ کو جماعت سے الگ کر دیں ان معنوں میں کہ جماعت کے تمام تاثرات ان سے فلٹر ہو کر آپ تک پہنچیں۔ اور براہ راست جماعت میں یہ اعتماد نہ رہے کہ آپ ان کے اسی طرح برابر ہیں اور ان کے خلاف اسی طرح بات سننے کے لئے تیار ہیں جیسے ان کی بات سنتے ہیں تو پھر آپ کی امارت اسی حد تک کمزور پڑ جائے گی۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کچھ لوگوں نے جنہوں نے خدمتیں کرنی ہیں انہوں نے اکٹھے ہونے ہی ہونا ہے۔ لیکن اب یہ آپ کا کام ہے کس کو اکٹھے کرنا ہے۔ کس کو اکٹھے اپنے گرد جمع نہیں ہونے دینا اور اگر ہوتے ہیں تو اس کو اپنے مرتبے اور مقام پہ رکھیں۔ ان کی مجال نہیں ہونی چاہئے کہ آپ کے ان معاملات میں دخل انداز ہوں جو خدا تعالیٰ نے آپ کے سپرد فرائض منصبی کے طور پر کئے ہیں۔ ایسی صورتوں میں صرف یہ جماعت کے دوسرے افراد کا تعلق نہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ بیویوں

کے زیر اثر آجاتے ہیں۔ اور فرائض ہیں امارت کے یا صدارت کے اور بیوی کے جو تعلقات ہیں دوسری عورتوں سے وہ تعلقات اس کے فرائض منصبی پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ یہ بتاتی ہے فلاں جو عورت ہے، نا اس کا خاوند تو بہت بے ہودہ ہے اور وہ ایسا ہے یا فلاں عورت جو ہے وہ بیچ میں سے آپ کو پسند نہیں کرتی۔ فلاں ماحول میں یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کچے کانوں والا خاوند، وہ زنخوں کی طرح اپنے فیصلے پر چلنے کی بجائے اپنی بیوی کے تابع چلتا ہے جب کہ یہ دلداری اور اخلاق نہیں ہیں۔ یہ بزدلی اور نامردی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ نظام جماعت سے بے وفائی ہے۔ کسی عورت کا کوئی کام نہیں ہے کہ جس منصب پر اس کا خاوند فائز ہوا ہے اس منصب سے تعلق میں کسی طرح بھی اس پر اثر انداز ہو۔ سوائے مغفرت رحم اور شفقت کے۔ یہ الگ مضمون ہے۔ شفقت اور رحمت اور مغفرت کی استدعا کرنا یہ تو بالکل اور بات ہے مگر پولیٹیکل Issue بنالینا اس کو کہ چونکہ میرا خاوند ایک مامور ہے کسی منصب پر اس لئے میں اس کو بتاؤں کہ فلاں اچھا ہے، فلاں برا ہے، فلاں یوں کرتا ہے، فلاں یوں کرتا ہے۔ یہ باتیں بالکل ناجائز ہیں۔ کسی قیمت پر قبول نہیں ہونی چاہئیں۔

اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میں نے جو اپنی بیوی سے تعلق رکھا ہمیشہ صرف ایک دفعہ ایک واقعہ ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے کچھ ناراضگی کا اظہار کیا مجھ پر تو میری بیوی کے دل پہ چوٹ لگی تو اس نے کچھ لفظ کہے۔ اس دن میں نے ان کو کہہ دیا کہ آج کے بعد پھر یہ نہیں ہوگا۔ کبھی ہوا تو تم سے کاٹا جاؤں گا اور خلیفۂ وقت کا ہو کے رہوں گا۔ چاہے وہ مجھے جوتیاں ماریں چاہے مجھے غلام رکھیں مجھے تمہاری محبت پسند نہیں ہے اس غلامی کے بدلے جس پر تمہارے الفاظ کا منفی اثر میں نے دیکھا ہے۔

وہ دن اور موت کا دن ایک دفعہ بھی کبھی ساری عمر انہوں نے میرے فرائض کے تعلق میں کبھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میں صدر خدام الاحمدیہ رہا، میں وقف جدید میں رہا، میں انصار اللہ میں بھی رہا اشارۃً یا کنایۃً بھی انہوں نے مجھے کبھی کوئی بات نہیں کہی اور یہی حال ہمارے گھر کے ماحول کا تھا۔ ہمارے نوکروں، ہمارے بچوں کا۔

بعض دفعہ لوگ ایسے بے وقوف ہیں اور ایسے کچی فطرت کے لوگ ہوتے ہیں، کچی عادتوں کے کہ وہ اپنی عادتیں دوسرے کی طرف اس طرح منتقل کر دیتے ہیں۔ ایک لکھنے والے نے مجھے لکھا کہ وہ جو ساری عمر آپ کے گھر نوکر رہی ہے وہ آپ کے اوپر چونکہ اثر انداز ہو جاتی ہے باتیں کر کے اس لئے آپ نے بعضوں کے متعلق اچھی رائے قائم کر لی ہے بعضوں کے متعلق نہیں۔ اس بے چاری کا تو یہ حال ہے کہ اس کے داماد کو میں نے جماعت سے خارج کیا اور مجال نہیں کہ اشارۃً بھی کبھی کوئی زبان پہ حرف لائی ہو۔ وہ جانتی ہے اس کی تربیت میرے گھر میں ہوئی ہے اس کو پتہ ہے کہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جماعتی معاملات میں اسے زبان کھولنے کی اجازت دی جائے گی۔ پس یہ میں اس لئے مثالیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ میں ان تجربوں سے گزرا ہوا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کوششیں ہوتی ہیں اور مہلک ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ پھر قریبی بن جائیں، مصاحب بن کے رہیں جماعت میں، وہ سارے تقویٰ کا نظام بگاڑ کے رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ پھر لوگوں کی نظر اللہ پر نہیں بلکہ ان کو خوش کرنے پر ہوتی ہے۔ یہ کوئی معمولی مصیبت نہیں ہے یہ تو ایک عذاب ہے جو امیر یا عہدیدار سہیڑ لے گا اگر وہ لوگوں کی باتوں میں آئے اور لوگوں کی باتیں سنے۔ یہ درست ہے کہ اگر نہ بھی سنیں گے تو الزام تو لگنے ہی ہیں جیسا کہ میں نے اپنے متعلق بتایا ہے الزام لگانے والے نے لگا دیا۔ مگر اس الزام تراشی سے تو محمد رسول اللہ کو بھی الگ نہیں رکھا گیا، میری کیا حیثیت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر بھی لوگ بدتمیزی سے زبانیں دراز کرتے ہیں "اذن" ہے یہ تو۔ یہ تو کان ہے لوگوں کی باتیں سنتا، ان پر عمل کرتا۔ فرمایا "اذن خیر لکم" اذن تو ہے مگر اچھی باتوں کا اذن ہے۔ جہاں تمہاری بھلائی دیکھتا ہے اس کا کان جھک جاتا ہے اس طرف، قبول کر لیتا ہے۔ جہاں برائی کا سوال ہے وہاں سوال ہی نہیں، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ اس رسول کو "اذن" کہہ سکیں کسی پہلو سے بھی۔ ہر بات کی تحقیق کرتا ہے، جائزہ لیتا ہے، انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے، پھر تسلیم کرتا ہے ورنہ سنی سنائی باتوں کو نہیں مانتا۔ تو خیر کے حق میں سنی سنائی بھی قبول کر لیتا ہے۔ جہاں بھلائی پہنچنی ہو وہاں ضروری نہیں کہ پہلے سو فیصدی ثابت ہو جائے کہ اتنا اچھا ہے اس لئے اس کو انعام دیا جائے۔ کسی نے اچھا کہا تو انعام کے لئے طبیعت کھل گئی اور انعام کا سلسلہ جاری بھی ہو گیا۔ یہ اذن خیر ہے۔ کسی نے کسی کی بھلائی کی اچھی بات کہی تو فوراً دل پہ قبول کر لیا کیونکہ اس سے پہلے ہی محبت ہے اور تعلق ہے۔ یہ نظام جو ہے "اذن" کا یہ مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں انسانی زندگی میں جاری ہے۔

تو بعض لوگ "اذن سینہ" ہوتے ہیں "اذن خیر" کی بجائے۔ یعنی برائی کے کان ہو جاتے ہیں اور بھلائی کے کان نہیں رہتے۔ ایسے لوگوں کو پھر جتنی بھی آپ برائیاں پہنچائیں گے وہ قبول کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ برائی کی بات سننا ان کا چسکا بن جاتا ہے اور اس عادت نے محض نظام پر بعض دفعہ برے اثر نہیں ڈالے بلکہ اکثر گھروں کے امن کی تباہی کی یہی وجہ بنتی ہے۔ اگر گھر کے بڑے، خاوند یا بیوی یا ساس یا سسر یا ماں باپ جس حیثیت سے بھی آپ ان کو دیکھیں ان کے اندر یہ عادت ہو کہ برائی سنیں اور اسے قبول کریں اور اسے قبول کرنے میں لطف اٹھائیں اور یہ سمجھیں کہ اب ہمیں فلاں کے خلاف ایک بات ہاتھ آ گئی ہے۔ یہ جو ہاتھ آنے والا مسئلہ ہے اور یہ مزہ کہ ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ فلاں میں کیا برائی ہے یہی انسانی زندگی میں ایک تباہی مچا دیتی ہے انسانی زندگی کا امن لوٹ لیتی ہے۔ مگر نظام جماعت میں تو اگر داخل ہوگی تو اس کے بہت ہی بد اثر پیدا ہونگے اور دیر تک، دور تک اس کے اثرات جائیں گے۔ اس لئے ہم نے اگر نظام جماعت کی حفاظت کرنی ہے تو ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔

کسی امیر کو زیب نہیں دیتا کہ وہ چند لوگوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے یا چند لوگوں کے گھیرے میں اس طرح دکھائی دے کہ دوسری باقی جماعتوں پر یہ تاثر ہو کہ یہ ہم سے الگ ہو گیا ہے اور ان کی باتیں سنتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر میرا تجربہ ہے کہ لوگ پھر امیر کو نہیں ان لوگوں کو باتیں سناتے ہیں اور ان سے تعلقات بڑھاتے ہیں ان کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں اپنی جہالت کی وجہ سے کہ اس کو خوش رکھیں گے تو ہماری باتیں ہونگی۔ تو تقویٰ کہاں باقی رہا؟ تقویٰ تو خدا کو خوش کرنے کا نام ہے۔ اور ایسی صورت میں فیصلے سارے ہی غلط ہوتے ہیں۔ اور اس مزاج کے لوگ اگر امیر کو براہ راست خوش کرنے کی کوشش کریں گے وہ بھی تقویٰ سے خالی بات ہوگی۔ کیونکہ ان کو پتہ نہیں کہ امیر کا مزاج اور خدا کا مزاج ہم آہنگ ہیں۔ اگر ہم آہنگ ہوں تو خطرہ کوئی نہیں۔ لیکن اگر امیر کے مزاج پر ان کی نظر ہے اور وہ صحیح جانتے بھی نہیں کہ امیر کا مزاج ہے کیسا تو اس مزاج کو دیکھ کر فیصلے کرتے ہیں بسا اوقات وہ اللہ کی رضا کے خلاف ہوتے ہیں اور امیر کو خوش کرنے کی خاطر خدا کو ناراض اور بعض دفعہ امیر کو بھی ناراض کرتے ہیں۔ کیونکہ امیر کا مزاج غلط سمجھے ہوتے ہیں۔ اپنی ٹیڑھی سوچ کو ایک بے چارے امیر کی طرف منسوب کر دیا اور پھر اس سوچ کی خدمت کرتے ہوئے، اس کی متابعت کرتے ہوئے غلط کام کر بیٹھے اور جب ناراضگی ہوئی تو پھر ان کے لئے اور مصیبت اور ٹھوکر کا موجب۔

تو یہ جو میں عمومی حوالے دے رہا ہوں یہ فرضی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو بات بھی میں کہہ رہا ہوں اس کے پیچھے ایک تاریخ ہے۔ میرے سامنے لمبے ذاتی تجارب ہیں اور ہر بات کے پیچھے ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔ اپنی بات میں نے ذاتی تجربے کے طور پر تو بیان کر دی مگر اب سب کا حال کھولنا اس لئے بھی مناسب نہیں کہ بعض باتیں جب میں بیان کروں گا تو آپ میں سے بعض جماعتوں کے لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ فلاں کے متعلق بات ہو رہی ہے، یہ فلاں کے متعلق بات ہو رہی ہے۔ پھر اور بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر تقویٰ کو فوقیت دیں اور امیر کا یہ فرض ہے کہ ایسے تاثرات کو اپنے سے زائل کرنے کی کوشش کرے اگر اس میں کچھ بھی جواز ہے۔ اور اگر جواز نہیں ہے تو پھر بھی ظالم لوگ تو ایسی باتیں کرتے ہی رہتے ہیں پھر اس کا فرض ہے مستغنی ہو جائے۔ اور یہ ایک دوسری صفت ہے جو امیر میں ہونی ضروری ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو بڑے پیار کے ساتھ نہ صرف قبول فرمایا بلکہ اسے فروغ دینے کے لئے قرآن کریم میں آپ کے اس مزاج کو صاد فرما دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو بہت ظالمانہ بہتان لگا ہے۔ اس بہتان کے تعلق میں سب سے زیادہ صدمہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تھا۔ لیکن آپ نے اس ذاتی صدمے کی وجہ سے ان ظالموں سے خیر کے سلوک کو بند نہیں کیا، نہ پسند کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت ہے آپ نے بعض ایسے لوگوں سے، جو اس ظلم میں بالواسطہ شریک ہو گئے تھے احسان کا سلوک بند کر دیا، جو خدمت کیا کرتے تھے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اس سے ہاتھ روکا تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ انسانی ضرورتیں اور محتاجیاں الگ مسئلہ ہے۔ اس وجہ سے ایسا فعل نہ کرو۔ تو دیکھیں قرآنی تعلیم سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں ڈھل کر کیسے عظیم نمونے پیدا کر رہی ہے جن کی کوئی تصویر سارے جہان میں نیکوں کے اندر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ بہت باریک لطائف ہیں، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اعلیٰ کردار کی باتیں، جو نظام جماعت سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں صرف ان پر میں کہتا ہوں اگر نظر رکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔

خدا تعالیٰ بار بار بیان فرما رہا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے، دھوکے باز ہے، قسمیں کھاتا ہے تجھ پر ایمان لایا مگر نہیں لایا۔ مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے روزمرہ کے کردار میں اور اپنے نظام کے فرائض کی ادائیگی کے تعلق میں ان سے قطعاً ادنیٰ بھی ناانصافی کا سلوک نہیں کرتے۔ یہ خدا نے راز کی بات بتائی ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جس پر جس کا عیب چاہے کھول دے۔ مگر جہاں تک دنیا کے تقاضے ہیں اس علم کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جانتے تھے کہ جب تک انصاف کے پورے تقاضے انسانی سطح پر پورے نہ ہوں کسی قانونی ردعمل دکھانے کا حق نہیں ہے۔ کچھ مزاج ہی ایسا تھا مگر مزاج کے علاوہ بھی عدل کے اعلیٰ مضامین کو اور اعلیٰ اصولوں کو جس باریکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سمجھتے تھے دنیا میں کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ پس اس پہلو سے آپ کا جو نمونہ ہے وہ یہاں بھی تو جاری ہونا چاہئے۔

اب بعض لوگ امیر کے متعلق بعض باتیں کہتے ہیں اور وہ اس تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے متعلق پہلا ردعمل تو یہ ہونا چاہئے کہ اگر اس نے واقعی سنجیدگی سے بات کو لینا ہے تو فرض ہے کہ وہ تحقیق کرائے اور پوری تحقیق انصاف سے کروائے۔ اس وقت تک جب تک تحقیق نہ ہو ایسے شخص سے اپنے تعلقات میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اور اگر تحقیق کروائے تو پھر یہ دیکھے کہ کس حد تک اس میں عفو کا حوصلہ ہے، مغفرت کا حوصلہ ہے۔ اور یہ دیکھے کہ کس حد تک عفو اور مغفرت ان کی اصلاح کا موجب بن سکتے ہیں۔ تو پھر اپنے عفو اور مغفرت کی جھولی میں ہاتھ ڈالے اور ان سے وہ احسان کا سلوک کرے جو ان کی اصلاح کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس طرح جو بگڑے تگڑے جیسے کہتے ہیں محاورے میں، بگڑے تگڑے لوگ جو ہیں وہ بھی ٹھیک ہونے لگتے ہیں اور ملن بدن سرکشوں اور بدوں کے دائرے تنگ ہونے لگتے ہیں۔

اور یہ نہ ہو تو پھر ان کے دائرے رفتہ رفتہ بڑھنے لگ جاتے ہیں۔

اور یہی ہے جو مجھے فکر لاحق ہے کہ امارت کے حقوق ادا کرنے کی طرف تو میں نے جماعت کو توجہ دلائی اگر امیر کو اپنے حقوق ادا کرنے کی طرف تفصیل سے توجہ نہ دلائی تو جماعت میرے تعلق میں یا اس اعلیٰ تقویٰ پر قائم ہو تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فرمان اور قرآن کے فرمان کے پیش نظر عمل در آمد کرے گی بھی تو اس میں جان نہیں ہوگی۔ سچی جان پڑ ہی نہیں سکتی۔ اور پھر اس حالت کو کوئی بتا نصیب نہیں ہو سکتی۔ کوئی ایسا وقت آ سکتا ہے بیماری کا جیسے موسم بدلیں تو بعض بیماریاں سر اٹھا لیتی ہیں۔ کوئی ایسے حادثے پیش ہو سکتے ہیں ایسی جماعتوں میں کہ جہاں دبی ہوئی نا انصافی کے احساس اس وقت سر اٹھا لیں اور ایک باغیانہ رجحان پیدا ہو جائے۔ تو بعض کمزوریاں ایسی ہیں جن کے بیج بعض دفعہ باقی رہتے ہیں اور بیج ان کے کلیۃً مٹائے جا ہی نہیں سکتے۔ اصل میں صرف دیکھنا یہ ہے کہ بیج نشو و نما پا کر بڑھ رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں یا پھیلے ہوئے سکڑنے لگ گئے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے تنے تک آ گئے اور تنے سے بھی ٹوٹ کر، مرجھا کر پھر وہ جڑوں تک پہنچ گئے ہیں اور جڑیں بھی پھر مرجھانے لگیں۔ یہ دو ہی رجحان ہمیں قدرت میں ملتے ہیں۔ اب دیکھیں بعض موسموں میں بعض درخت کس طرح زور کے ساتھ پتے نکالتے اور نشو و نما پاتے ہیں۔ وہ جو دور ہٹے ہوتے ہیں راستوں کے کناروں پر وہ رفتہ رفتہ راستوں پر قبضہ کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ کھلے راستوں سے بھی گزرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی شاخیں ہر طرف سے آ کر خالی جگہوں پہ قابض ہو جاتی ہیں۔ اور جب ان پر برے دور آتے ہیں تو وہ سکڑنے لگتے ہیں، ان کی شاخیں ہٹتی ہیں پھر ٹوٹنے لگتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی اصل جگہ پر پہنچیں تو سڑک ساری کھلی کھلی صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ تو اسی طرح جماعتوں میں منافقوں کا حال ہے اور بدکرداروں کا حال ہے۔ باغیوں کا حال ہے۔ وہ فضا ان کے لئے پیدا نہ کریں کہ ان کی شاخیں آگے بڑھیں اور صراط مستقیم پر قبضے کرنے لگیں۔ اگر آپ نے توجہ نہ کی تو یہ خطرہ ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔ ان کے لئے وہ ماحول رکھیں کہ ان کو صراط مستقیم میں داخل ہو کر راہروؤں کے لئے مشکل پیدا کرنے کا وہم و گمان بھی باقی نہ رہے۔ بیماریاں پالے ہوئے بیٹھے ہیں تو بیٹھے رہیں، اپنے دلوں میں سکیڑے رہیں۔ مگر امارت کا اور نظام جماعت کا یہ کام ہے کہ ان کی بیماریوں کی نشو و نما کے حق میں کوئی فضا پیدا نہ ہونے دیں۔

جو امیر ان فرائض کو اس طرح سمجھ کر اپنی جماعت کی عمومی صحت پر نظر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہاں یہ مریض سکڑنے لگتے ہیں، ان کے اردگرد بیٹھنے والے کم ہونے لگتے ہیں، ان کی مجلسیں اجاڑ ہونے لگتی ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ اکیلے اکیلے رہ جاتے ہیں یا دو تین ساتھ کے اور ان سے لوگ خود ہی تعلق توڑ لیتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم تنہا چھوڑ دئے گئے ہیں۔ بے چین ہونگے تو اپنی جگہ ہوتے رہیں مگر جماعت کی صحت پر وہ کبھی بد اثر پیدا نہیں کر سکتے۔ اب اپنے تجربے سے آپ جن جن جماعتوں کو، جن جن حالات کو جانتے ہیں اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں اور نظر دوڑائیں تو آپ کو سب کچھ دکھائی دینے لگ جائے گا کہ ہر جگہ یہی ہوتا رہتا ہے۔ بعض جگہ بیماریوں کے اڈے بڑے ہو جاتے ہیں۔ لگتا ہے ایک عام فتنہ آ گیا، ایک زلزلہ برپا ہو گیا، اس طرح لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ بعض دفعہ اس کا برعکس منظر ہے۔

لیکن یہ مضمون چونکہ لمبا ہے ابھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں وقت ہو گیا ہے۔ سر دست یہاں اس کو ختم کرتا ہوں۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نوٹ کر لیں جہاں سے بات ختم کی تھی تاکہ پھر آئندہ خطبے میں انشاء اللہ تعالیٰ اسی مضمون کو آگے بڑھاؤں گا۔ مگر آئندہ خطبہ یہاں نہیں دیا جائے گا وہ کسی اور ملک میں ہوگا اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ براہ راست وہاں سے یہاں آپ اسے سن سکیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ توفیق بخشے گا تو جن کے پاس یہ ڈش انٹینا نہیں ہیں وہاں جماعتوں کو چاہئے ان کے لئے انتظام کریں کہ جماعتی مراکز میں اکٹھے ہو کر وہ اس خطبے کو براہ راست سن سکیں۔ باقی آخر پہ دعا کی درخواست ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ یہ سفر ہر پہلو سے، ہر لحاظ سے اپنوں اور دوسروں سب کے لئے مبارک فرمائے۔

بقیہ صفحہ ۱۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ و سوانح پر خطاب کیا بعد ازاں رکن اسمبلی حکومت آندھرا پردیش جناب رام ریڈی صاحب کی گلپوشی کی گئی اور ان کی خدمت میں قرآن مجید کا تلگو ترجمہ اور دیگر اسلامی لٹریچر کا تحفہ پیش کیا گیا جس کے بعد آپ نے بلڈ ڈونیشن کیمپ میں عطیہ پیش کرنے والے ۶۰ میں سے ۶ نوجوانوں کو علامتی طور پر اسناد پیش کیں باقی نوجوانوں کو محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ قادیان نے اسناد عطا کیں اس موقع پر جناب رام ریڈی صاحب M.L.A نے جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا اور کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد دی اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اس جلسہ میں ہر مذہب کے لوگ مدعو کر کے جماعت احمدیہ جو باہمی میل ملاپ کی فضا قائم کر رہی ہے اور پیار و محبت کو بڑھاوا دے رہی ہے یہ قابل تقلید ہے۔

بعدہ جناب سردار نانک سنگھ صاحب نشتر نے حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ و سوانح، جناب سوامی شمبھاداس جی ایکٹنگ پریذیڈنٹ اسکون نے شری کرشن جی مہاراج کی سیرۃ و سوانح اور تعلیمات، محترم مولانا محمد عمر صاحب فاضل نے بعنوان "میں حضرت کرشن جی مہاراج کو کیوں پسند کرتا ہوں" خطاب فرمایا بعد ازاں محترم مولوی پی ایم محمد علی صاحب نے تامل میں مکرم حافظ سید رسول صاحب نیاز مبلغ سلسلہ نے تلگو میں سیرۃ آنحضرت صلعم پر تقریر کی۔ اسی طرح جاپان سے آتے ہوئے NAGAOSA KOKEN نے اپنے تاثرات پیش کئے اور مکرم عمر شریف صاحب نومسلم نے بتایا کہ میں اسلام کو کیوں پسند کرتا ہوں آخر پر محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری اور صدر اجلاس نے خطاب فرمایا اور محترم ڈاکٹر سعید احمد صاحب انصاری امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد نے کانفرنس کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے اسکا شکریہ ادا کیا اور حاضرین کو مبارکباد دی اور نہایت ولولہ انگیز انداز میں اسلام و احمدیت کی ترقی اور سربلندی کا ذکر کیا اور پھر حدیث نبوی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے مطابق جملہ مقررین و مبلغین کرام، مہمانان و حاضرین جلسہ اور حکومت اور اس کی انتظامیہ اور رضا کار منتظمین و معاونین خدام الاحمدیہ انصار اللہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے بعد رات ساڑھے آٹھ بجے خدا کے فضل کے ساتھ کانفرنس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک

کانفرنس کے موقع پر جماعت کی طرف سے ایک تبلیغی سٹال بھی لگایا گیا تھا جہاں ہزاروں روپے کی کتب فروخت ہوئیں تمام مہمانوں کے لئے چار روز تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر خانہ جاری رہا۔ بلکہ کانفرنس کے دو روز مقامی احباب کے لئے بھی دو وقت کے کھانے کا انتظام مجلس استقبالیہ کی طرف سے کیا گیا تھا

نماز تہجد، باجماعت نمازوں اور درس القرآن کا بھی سلسلہ جاری رہا الغرض خدا کے فضل سے یہ ایام خاص دعاؤں، ذکر الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے میں گذرے اللہ تعالیٰ اس کانفرنس کے نیک اور دور رس نتائج ظاہر فرمائے اور سعید الفطرت روحوں کو قبول حق کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

- خاکسار اپنے کاروبار میں برکت، دینی و دنیوی ترقیات، والدین کی صحت و تندرستی اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست کرتا ہے۔ اعانت بدر ۵۰/- روپے
(عاشق خاں ترگاؤں)
- مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب آف امریکہ کے بہنوئی مکرم الیاس چوہدری صاحب کا بیٹا عزیز دانیال چوہدری عمر ۱۶ سال امریکہ میں تشویشناک طور پر بیمار ہے اسی طرح ان کے والد محترم چوہدری اسحاق احمد صاحب بھی سخت بیمار ہیں ہر دو کی شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔
(امیر جماعت احمدیہ قادیان)
- خاکسار اپنی و اہلیہ اور بچگان کی صحت و تندرستی کاروبار میں برکت اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے درخواست دعا کرتا ہے
(محمد رئیس صدیقی کانپور)

تبرکات

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:-

"میں پہلے تو انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو صحابی ہیں یا کسی صحابی کے بیٹے ہیں یا کسی صحابی کے شاگرد ہیں۔ اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا ان کا کام ہے۔ ان کو تہجد، ذکر الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہیئے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں"۔
(الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۵۵ء)

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR
ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA
ARROW GYM
تندرستی ہزار نعمت ہے
چیف کوچ۔ محمد عبد السلیم نیشنل باڈی بلڈر۔ حیدر آباد
وزن کم کرنے۔ بڑھانے۔ موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں کی جانے والی ایکسر سائز اور خوراک۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے باڈی ویٹ ساتھ لکھیں۔ مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں۔ باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔ مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں
M. A SALEEM (BODY BUILDER)
H. NO. 18 - 2- 888/10/71. NIMRA COLONY FALAKNUMA
POST - 500253 HYDERABAD (A. P) ☎ 041-219036 INDIA

ارشاد نبوی
الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
(منجانب)
رکن جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 بینٹو لین کلکتہ - 700001
فون نمبرز
2430794·2481652·248522

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر۔ حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ فون۔ 649-04524

آخری قسط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی عظیم الشان فتح

تقریر محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت برموقع جلسہ سالانہ قادیان ۲۷ دسمبر ۹۴ء

اب مجھے یہ بتانا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا کوئی ایک بھی ایسا اہم گوشہ نہیں ہے جس کو چوٹی کے مسلم اکابر و مفکرین تسلیم نہ کر چکے ہوں خصوصاً جماعت احمدیہ کے مخصوص بنیادی عقائد تو عالم اسلام کی متعدد نامور اور بلند پایہ شخصیات سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں اُن کے ایک مرید ڈاکٹر انعام اللہ خان نے بلوچستان سے بذریعہ مکتوب درخواست کی کہ اُنہوں نے اخبار وکیل (امرتسر) میں بانی جماعت احمدیہ کے وصال پر جو شذرہ رقم فرمایا تھا اس پر خط تنسیخ کھینچ دیں اور ایک کتاب حیات مسیح کے موضوع پر تصنیف فرمادیں۔ مولانا نے کیا جامع مختصر اور لطیف جواب دیا۔ فرمایا:-

"وفات مسیح کا ذکر قرآن میں ہے۔ مرزا صاحب کی تعریف یا بُرائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس لئے کہ سے

تو بُرا ہے تو بھلا ہو نہیں سکتا اے ذوق
وہ بُرا خود ہے جو تجھ کو بُرا جانتا ہے!!

(ملفوظات آزاد صفحہ ۱۳۰ مرتب محمد اجمل خان صاحب مکتبہ ماحول کراچی طبع اوّل اکتوبر ۱۹۵۹ء)

علاوہ ازیں مولانا نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا:-

"حیات مسیح کا عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک مسیحی عقیدہ ہے اور اسلامی شکل و لباس میں نمودار ہوا ہے۔" (نقش آزاد ص ۱۳)

ایران کے ممتاز مفسر مولانا زین الدین رہنما نے اپنے فارسی ترجمہ و تفسیر قرآن جلد ۱ صفحہ ۲۶۷ کے حاشیہ میں لکھا:-

"مسیح پس از آنکہ رنج فراوانی از یہود کشید راہ مشرق در پیش گرفت و برائے قبائل اسرائیل کہ بکشمیر و شرق افغانستان کوچ کردہ بودند۔ موعظہ ہا کرد۔"

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کرنا پڑیں جس پر آپ نے مشرق کا رُخ کیا اور کشمیر اور مشرقی افغانستان کے اسرائیلی قبائل کی طرف ہجرت کر گئے اور اُنہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔

احباب کرام آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ ایک برطانوی سیاح میکائل برک نے اپنی کتاب Among The Dervishes کے صفحہ ۱۰۷ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ ہرات میں ایک قدیم عیسائی فرقہ آباد ہے جس کا مذہبی لیڈر اباعیسیٰ ہے اس فرقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح زندہ اُتر آئے تھے اور اپنے حواریوں کی مدد سے پوشیدہ طور پر ہندوستان میں ہجرت کر کے آگئے اور کشمیر میں آباد ہو گئے۔

مصر کے مشہور عالم السید محمد رشید رضا نے رسالہ المنار جلد ۱۵ صفحہ ۹۰۰ - ۹۰۱ پر اور دُنیائے عرب کے مایہ ناز محقق السید عباس محمود العقاد نے "حیات المسیح فی التاریخ وکشوف العصر الحدیث" صفحہ ۲۵۵-۲۵۶ میں تسلیم کیا ہے کہ عقلی نقلی اور تاریخی اعتبار سے سری نگر کے محلہ خانیار میں واقع مقبرہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی کا ہے۔

جہاں تک "خاتم النبیین" کے معنی کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے دیوبند کے مرکز سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کے حق میں مدت سے آوازیں بلند ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ "شیخ الاسلام" مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں یہ حقیقت افروز تفسیر فرمائی ہے کہ :-

"بعض محققین کے نزدیک تو انبیائے سابقین بھی اپنے اپنے عہد میں خاتم الانبیاء صلعم کی روحانیت عظمیٰ ہی سے مستفید ہوتے تھے جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج اُس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت اور رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔"

(قرآن کریم مترجم مولانا محمود الحسن صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی حاشیہ ص ۵۵۰ ناشر نور کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

الحاج قاری محمد طیب صاحب ناظم دارالعلوم دیوبند کے اس اعتراف نے سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ دجال اعظم کے استیصال کے لئے ایسا خاتم المجددین آنا ضروری ہے جو خاتم النبیین کا عکس ہو نبوت آشنا قلب بھی رکھتا ہو اور "فی الجملہ خاتمیت کی شان بھی رکھتا ہو۔"

(تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام ناشر ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۶۵ھ)

مزید فرماتے ہیں :-

"حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا۔" (آفتاب نبوت صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۱)

بالکل یہی مسلک حضرت مسیح موعودؑ کا ہے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں :-

"اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "صاحب خاتم" بنایا یعنے آپ کو افاضہ کمال کیلئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام "خاتم النبیین" ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقت الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

مصطفےٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

اکثر غیر از جماعت حلقوں میں یاجوج ماجوج اور دجال اور خرِ دجال کی آمد کے بارے میں ابھی تک شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عرب و عجم کے کئی مسلمان لیڈر اُن کے ظہور کا کھلے لفظوں میں اظہار فرما چکے ہیں۔ چنانچہ شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبال نے امریکہ برطانیہ اور روس کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہوئے فرمایا :- ؎

کُھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مُسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

(بانگ درا صفحہ ۲۳۳)

ایک مشہور بھارتی عالم مولانا خلیل الرحمٰن سجاد ندوی تحریر فرماتے ہیں :-

"عصر حاضر میں جن قوموں کو ہم یورپین اقوام کہتے ہیں وہ یا کم از کم اُن کی کچھ مخصوص نسلیں ہی یاجوج ماجوج ہیں۔"

("الفرقان" لکھنؤ فروری مارچ ۱۹۹۱ء ص ۷۶)

دیوبند کے شیخ الاساتذہ انور کشمیری کی رائے ہے کہ :-

"اِنَّ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ لَا یُبْعَدُ اَنْ یَکُوْنُوْا اَھْلَ رُوْسِیَا وَبَرْطَانِیَا"۔ بعید نہیں کہ روس اور برطانیہ والے یاجوج ماجوج ہوں۔

(فیض الباری جلد ۳ ص ۲۳ بحوالہ الفرقان لکھنؤ فروری مارچ ۱۹۹۱ء ص ۷۹)

قطر کے عالم دین شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر بن سعدی اس عقیدہ کا برملا اظہار کر چکے ہیں کہ روس اور برطانیہ وغیرہ ہی یاجوج ماجوج ہیں۔

(المہدی ینتظر صفحہ ۷۷ مطبوعہ قطر)

جناب مولوی ابوالحسن صاحب ندوی نے اپنی کتاب معرکہ ایمان و مادیت میں اور مشہور ایرانی عالم جناب محمد الصدر نے تاریخ الغیبۃ الکبریٰ میں اپنی اس تحقیق کو بدلائل ثابت کیا کہ یورپی تہذیب ہی دجال ہے اسی طرح افریقہ کے ممتاز عالم محمد الغزالی نے بھی "الاسلام المفتری علیہ" میں اس کی حمایت کی ہے۔ عرصہ ہوا جناب مولانا ابوالجمال محمد اکرم صاحب عباسی چڑیاکوٹی رکن مجلس اشاعت العلوم حیدر آباد دکن نے اپنی معرکہ آراء کتاب "حکمت بالغہ" جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۲ میں بہت سے دلائل دے کر یادریوں کو دجال اور ریل کو خرِ دجال ثابت کیا۔ نیز حال ہی میں ایک عرب ادیب اور مفکر کامل سلیمان کی ایک کتاب یوم الخلاص فی ظل القائم المہدی علیہ السلامؑ قاہرہ اور بیروت سے چھپی ہے جس کے صفحہ ۵۲۳ پر انہوں نے طیاروں کو خرِ دجال بتلایا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پاکستان کے دارالسلطنت اسلام آباد کے ماہنامہ "قیامت" نے مئی ۱۹۹۱ء کے شمارہ میں خرِ دجال کے عنوان سے یہ مضمون لکھا کہ :-

"دجال یعنی انگریز کی ایجاد کردہ "ریل گاڑی" کے متعلق احادیث نبویؐ جو حیرت انگیز طور پر پوری ہو چکی ہے۔

★۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال روشنی رکھنے والے گدھے پر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع (دونوں ہاتھوں کا پھیلاؤ) کا فاصلہ ہو گا۔

★۔ خرِ دجال بھاپ کو بند کرنے سے چلے گا۔

★۔ خرِ دجال کے ایک قدم سے دوسرے قدم کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ ہو گا دجال کا گدھا چیخ مار کر بلند آواز سے لوگوں کو پکارا کرے گا۔

★۔ خرِ دجال کے ساتھ چراغ ہوں گے جن سے روشنی پیدا ہو گی۔ اور اس میں بہت سے دروازے و کھڑکیاں ہوں گی۔

★۔ وہ سواری پانی اور آگ کو بند کرنے سے بادل کی طرح چلے گی کبھی دن کو چلے گی اور رات کو ٹھہرے گی اور کبھی دن کو بھی اور رات کو بھی چلے گی جو اس کے پاس جائے گا اس کو اپنے اندر نگل لے گی۔

★۔ خرِ دجال خشکی پر بھی چلے گا اور پانی پر بھی۔ سمندر کا پانی اس کے گھٹنے تک پہنچے گا۔

★۔ خرِ دجال کے وقت ملک وسیع ہوں گے اور باہم تمام ممالک میں راہِ آہن یعنی لوہے کی پٹڑی بچھ جائے گی۔

★۔ خرِ دجال کے ماتھے پر آنکھ ہو گی۔

(منقول از مشکوۃ۔ المصابیح۔ کنز الاعمال۔ بحارالانوار وغیرہ)

ان علامتوں اور نشانیوں کو پڑھ کر جو شخص یہ سمجھے کہ خرِ دجال ایک عام قسم کی چار ٹانگوں والا گدھا ہو گا اس کے اپنے گدھا ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔

آج سے چودہ سو سال قبل دجّال کی سائنسی ایجادوں کو سمجھانے کے لئے عرب جیسے سادہ اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے انہی چیزوں سے تشبیہ دی گئی جن کا مشاہدہ وہ دن رات کرتے تھے اور یہی فصاحت کا تقاضا تھا۔ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر خرِ دجّال کے لئے "ریلوے ٹرین" دجّال کے پرندوں کیلئے ایروپلین جٹ اور ایف ۱۶ اور دجّال کے آسمان کی طرف چلائے گئے تیر کو راکٹ اور اس کے لمبے کانوں کے بجائے ٹیلیفون کے الفاظ استعمال فرماتے تو لوگوں کی سمجھ میں کیا آتا؟ خدائی نوشتوں میں تشبیہ اور استعارات کی زبان استعمال ہوتی ہے۔" (صـ۱۵)

اس رسالہ نے اس مضمون سے پہلے "دجّال آگیا" کے عنوان سے مزید لکھا کہ :۔

"جب دجّال ظاہر ہوگا تو اس کے چہرے کا رنگ سفید ہوگا، اور اس کی دائیں آنکھ بینائی سے محروم ہوگی جبکہ بائیں آنکھ درخشاں ستارے کی مانند ہوگی (یورپی اقوام کے چہرے سفید ہوتے ہیں ایک آنکھ سے کانا ہونا کسی جسمانی نقص کے باعث نہ ہوگا کیونکہ دجّال ایک شخص نہیں قوم ہے مراد ہے کہ وہ روحانی بصیرت سے محروم ہے۔)

★ دجّال ظاہر ہوگا اس کے ساتھ یہودیوں اور مختلف قسم کی عورتوں اور مردوں کی فوج ہوگی (خلیج کی گذشتہ جنگ جہاں ہزاروں یہودی وعیسائی ہیں وہاں تیس ہزار عورتیں بھی فوج میں شامل ہیں۔)

★ دجّال خدائی کا دعویٰ کرے گا (امریکہ سپر پاور کہلاتا ہے فرعونِ مصر نے بھی یہی دعویٰ کیا تھا)۔

★ دجّال کے ساتھ دو نہریں ہوں گی (نہر سویز ویاناما) دجّال غضب سے بھرا ہوا نکلے گا۔ (یہ کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ صدر امریکہ جارج بش کی تقریریں الٹی میٹم اور چاروں طرف سے عراق پر حملہ اس کے غیض وغضب کو ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے)

★ دجّال پرندے بنائے گا (ہوائی جہاز کی ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ ورنہ حقیقی پرندے خالقِ حقیقی ہی بنا سکتا ہے کسی انسان کو تخلیق پر قدرت نہیں بخشی گئی۔ ویسے بھی پرندوں کی کوئی کمی نہیں۔)

دجّال جب بولے گا تو اس کی آواز سیکڑوں میل تک جائے گی۔ (ٹیلیفون وریڈیو کی ایجاد۔ دجّال جب زمین والوں کو فتح کر چکے گا تو آسمان کا رخ کرے گا اور ایک تیر پھینکے گا جو خون آلودہ واپس آئے گا (کامیاب خلائی دور کا آغاز) (صـ۱۷)

معزز حضرات! "رسالہ قیامت" کے اس مضمون سے ٹھیک ایک صدی پیشتر ۱۸۹۱ء میں سیّدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے ازالہ اوہام صفحہ ۲۶ تا ۳۲ میں دجّال اور خرِ دجّال کے متعلق بعینہٖ یہی تحقیق پیش فرمائی تھی جس کی علمائے ظواہر کی طرف سے شدید مخالفت کی گئی مگر اب برصغیر ہند وپاک بلکہ مغرب کے دانشور اور مفکر اس کی تائید میں آوازیں بلند کر رہے ہیں۔ اور کسی ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو اس صدائے ربّانی کو بند کر سکے اور اب یقیناً خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں کو ضرور سوچنا پڑے گا کہ جب یاجوج ماجوج دجّال اور خرِ دجّال وغیرہ سب آگئے تو محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کا نہایت پیارا اور **موعود مہدی** کہاں چلا گیا؟۔

زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کے وعدے نہیں ٹل سکتے اور ہرگز نہیں ٹل سکتے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

وہ آیا منتظر جس کے تھے دن رات
معمّہ کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

معزز حضرات یہ مضمون تشنہ رہے گا اگر میں آخر میں یہ نہ بتاؤں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی شاندار فتح کا ہی نتیجہ ہے کہ آج احمدیت کا پرچم پوری شان سے اکناف عالم میں لہرا رہا ہے اور ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیائے احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے یہ روح پرور آغاز احمدیت کے جس شاندار مستقبل کا پتہ دیتا ہے اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں :۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی نہیں یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"
(تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صـ۵۲)

پھر فرمایا :۔

"اگر کوئی مر کر واپس آسکتا تو وہ دو تین صدیوں کے بعد دیکھ لیتا کہ ساری دنیا احمدی قوم سے اُسی طرح پُر ہے جس طرح سمندر قطرات سے پُر ہوتا ہے۔"
(تشحیذ الاذہان جنوری ۱۹۱۳ء صـ۳۹)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے اخبار بدر ۱۳؍جنوری ۱۹۱۳ء صـ۱۶ پر اپنے مکاشفہ کی بناء پر لکھا :۔

"ہمارا سلسلہ حقہ گو آج ایک چھوٹا سا پودا معلوم ہوتا ہے مگر ایک دن یہی درخت اتنا بڑھے گا اتنا پھولے گا کہ کسی وقت ہفت اقلیم کے بادشاہ اس کے سائے نیچے بسیرا کریں گے۔ اور وہ وقت دور نہیں بلکہ قریب ہی ہے چنانچہ جب میں ۱۹۰۹ء میں میرٹھ گیا تو وہاں مجھے بذریعہ ایک مکاشفہ دکھایا گیا کہ سترھویں صدی ہے اور تمام دنیا میرے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے اور جدھر میں دیکھتا ہوں ہر طرف مجھے احمدی سلطنتیں اور احمدی بادشاہ ہی نظر آتے ہیں ... یہ خدا کی باتیں ہیں ضرور ہے کہ کسی وقت پوری ہو کر رہیں۔"
(اخبار بدر مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۳ء صـ۱۶)

اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی دو پُر شوکت پیشگوئیوں کا تذکرہ کر کے اپنے مضمون کو ختم کروں گا۔ فرماتے ہیں :۔

"ہماری آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں دیکھیں گی کہ دنیا کی زبردست طاقتیں اور قومیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ اب احمدیت کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ مگر خدا تعالیٰ اسی پر راضی نہ ہوگا۔ وہ جماعت کو اور بڑھاتا جائے گا جب تک لوگ یہ نہ کہہ اٹھیں کہ دنیا میں احمدیت ہی ایک مذہب ہے۔ پس کچھ لوگ آج مانیں گے۔ کچھ کل۔ کچھ پرسوں اسی طرح روز بروز اور دن بدن جماعت بڑھتی جائے گی اور ساعت بساعت اس کی قوت ترقی کرتی جائے گی غریب، امیر، عام انسان وخواص وبادشاہ اور رعایا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے گی یہاں تک کہ ساری دنیا میں یہی سلسلہ رہ جائے گا۔ اور باقی مذاہب اس کے مقابلہ میں اسی طرح ماند ہو جائیں گے جس طرح سورج کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔" (منہاج الطالبین صـ۶۶-۶۷)

نیز فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ احمدیت کو تمام دنیا میں پھیلا دے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ زمانہ کب آئے گا؟۔ جب ساری دنیا میں احمدیت پھیل جائے گی۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ ایسا زمانہ آئے گا ضرور۔ جو زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے۔ اور جو مر جائیں گے وہ آسمان پر اس کا نظارہ ملاحظہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اب ہمارے لئے کامیابیوں کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ اور وہ ضرور کھلیں گے۔ لیکن اپنے مالوں اپنی جانوں اپنی عزتوں اپنی آبروؤں کے چڑھاوے دے کر۔ اور جس وقت یہ دروازے کھل جائیں گے اُسوقت دنیا میں تمہاری وہ عزت اور وہ شان ہوگی کہ آج لوگ بڑے بڑے سمجھے جاتے ہیں یہ یا اُنکے پیچھے کھڑے ہونے والے وہ تمہارے پاؤں کی خاک کو سرمہ بنانا اپنا فخر سمجھیں گے۔"
(عرفانِ الٰہی صـ۵۰ تقریر فرمودہ مارچ ۱۹۱۹ء)

خدا خود جبر و استبداد کو برباد کر دے گا
وہ ہر سُو احمدی ہی احمدی آباد کر دے گا
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی
جہاں میں احمدیت کامیاب وکامراں ہوگی

NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
GUARANTED PRODUCT
Soniky
A TREAT FOR YOUR FEET
HAWAI
NTR
NEW INDIA RUBBER WORKS (P)LTD
34 , A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA - 15

STAR CHAPPALS
☎ 543105
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105 / 661, OPP, BLOCK NO - 7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR - 1 - PIN 208001

C.K.
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR , VANIYAMBALAM
- 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
ALAVI
TEAK POLES &
WOODEN FURNITURE

طالب دعا :۔ محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN LEATHER BELTS , LEATHER
LADIES AND GENTS BAG , JACKETS , WALLETS ETC
19 A. JAWAHAR LAL NEHRU ROAD
CALCUTTA - 700081

حیدر آباد میں چوتھی جنوبی ہند ریجنل سالانہ کانفرنس کا انعقاد

محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ قادیان، صوبائی وزراء اور ممبران اسمبلی کی شرکت

رپورٹ مرتبہ: سلطان احمد ظفر مبلغ انچارج آندھرا پردیش

دو روزہ چوتھی جنوبی ہند ریجنل سالانہ کانفرنس تاریخی شہر حیدر آباد میں خدا کے فضل سے ۲۹-۳۰ جون کو کامیابی سے انعقاد پذیر ہوئی۔ الحمد للہ حیدر آباد و سکندر آباد کے علاوہ آندھرا پردیش کے ۴۴ مقامات سے سینکڑوں نمائندگان نے شرکت کی جبکہ کیرلہ کی ۱۰ جماعتوں سے ۵۷ تاملناڈو کی ۴ جماعتوں سے ۲۰ اور کرناٹک کی ۲۱ جماعتوں سے تین صد سے زائد نمائندگان اس کانفرنس میں شریک ہوئے اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں کانپور۔ بمبئی۔ عثمان آباد۔ شولاپور۔ دہلی، قادیان دارالامان وغیرہ سے بھی مندوبین تشریف لائے اور کثیر تعداد میں مسلم و غیر مسلم افراد نے بھی جلسہ کی کارروائی سنی دونوں روز ہر اجلاس میں وسیع و عریض کانفرنس ہال کھچا کھچ بھر جاتا تھا اور باہر لگائے گئے ٹینٹوں میں بیٹھ کر سینکڑوں احباب و خواتین نے کارروائی سنی۔

کانفرنس کی تیاری کے سلسلہ میں محترم سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب صوبائی امیر آندھرا پردیش کی صدارت میں ایک کمیٹی مجلس استقبالیہ مقرر کی گئی مختلف شعبہ جات قائم کر کے ممبران کو ان امور کی ذمہ داری سپرد کر کے کاموں کو تقسیم کر دیا گیا تمام منتظمین اور ان کے نائبین و معاونین نے محنت اور اخلاص سے اپنے فرائض سرانجام دیئے اسی طرح حیدر آباد، سکندر آباد کے خدام، انصار، اطفال لجنہ اور ناصرات کے اراکین اور دیگر صوبہ جات کے والنٹیرز میں سے جن کے سپرد جو کام بھی کیا گیا ہر ایک نے احسن رنگ میں انجام دیا فجزاھم اللہ احسن الجزاء

۲۸ جون کو امرالڈ ہوٹل میں شام چھ بجے پریس کانفرنس رکھی گئی پریس سیکرٹری صاحب نے اپنے معاونین کے ساتھ بہت اچھے انتظامات کئے ۱۶ اخباری نمائندوں اور سٹی کیبل کے کیمرہ مینوں نے شرکت کی تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم بشارت احمد صاحب پریس سیکرٹری نے پریس ریلیز پڑھ کر سنائی۔ بعدہ محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ و تبلیغ محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان، مکرم سید تنویر احمد صاحب صدر پریس کمیٹی نے اخباری نمائندوں کے سوالات کے جواب دیئے۔ دوسرے روز اردو، انگریزی اور تلگو کے قریباً ۱۲ اخبارات نے پریس کانفرنس کی رپورٹ کے ساتھ کانفرنس کے انعقاد کی خبریں شائع کیں سٹی کیبل والوں نے بھی ۲ بار پریس کانفرنس کی VDO فلم نشر کی۔ اخبارات نے کانفرنس کے پہلے اور دوسرے روز کی کارروائی کی رپورٹ بھی شائع کی کثیر الاشاعت اردو اخبار سیاست میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور انور ایدہ اللہ کی تصاویر کے ساتھ جماعت کا تعارف اور کانفرنس کے انعقاد کا اعلان طبع کرایا گیا۔ سٹی کیبل والوں نے دو دن لگاتار دن میں دو دو بار تفصیل سے کانفرنس کی جھلکیاں نشر کیں اور TV E. NADU نے پورے آندھرا پردیش میں پروگرام کی جھلکی نشر کی جس سے لاکھوں انسانوں تک احمدیت کا پیغام پہنچا

افتتاحی اجلاس

کانفرنس کا انعقاد شہر کے عین وسط میں واقع ۷۷ فنکشن پیلس میں کیا گیا تھا پہلے اجلاس کی کارروائی ۲۹ جون کو ½ ۱۰ بجے زیر صدارت محترم سیٹھ محمد بشیر الدین صاحب صوبائی امیر جماعت احمدیہ آندھرا پردیش شروع ہو محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد صدر مجلس وقف جدید قادیان مہمان خصوصی تھے تلاوت و نظم کے بعد صدر اجلاس نے استقبالیہ ایڈریس پیش کیا۔ بعدہ محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری جنہیں سیدنا حضور انور نے بطور خاص اپنا نمائندہ مقرر فرمایا تھا افتتاحی خطاب فرمایا آپ نے دعوۃ الی اللہ کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی اور دعا کے ساتھ کانفرنس کا افتتاح فرمایا اس اجلاس میں علی الترتیب مکرم مولوی کے محمود احمد صاحب مبلغ سلسلہ کیرلہ نے ملیالم میں، مکرم مولوی برھان احمد صاحب ظفر مبلغ انچارج بمبئی مہاراشٹر، مکرم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت، مکرم مولوی مقصود احمد صاحب بھٹی مبلغ انچارج بنگلور نے تقریر کی آخر پر مہمان خصوصی نے خطاب فرمایا ۲ بجے کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔

جلسہ سیرۃ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

سیرۃ حضرت خاتم الانبیاء کے تعلق سے شام ½ ۵ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا جس کی صدارت محترم محمد شفیع اللہ صاحب صوبائی امیر جماعت احمدیہ صوبہ کرناٹک نے کی محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری، عالیجناب شری ٹی دوندر گوڑ وزیر مال حکومت آندھرا پردیش اور محترم سید بشیر الدین صاحب سابق وائس چانسلر اوپن یونیورسٹی حیدر آباد نے مہمانان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔

تلاوت و نظم کے بعد وزیر موصوف کو گلپوشی کے ساتھ قرآن مجید تلگو ترجمہ اور جماعت احمدیہ کا لٹریچر تحفتاً پیش کیا گیا جسے انہوں نے عقیدت کے ساتھ قبول کیا وزیر موصوف نے اپنی اور وزیر اعلیٰ صوبہ آندھرا پردیش کی طرف سے کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہمارے ملک اور ہمارے شہر حیدر آباد کو جہاں صدیوں سے آپسی میل ملاپ کے پروگرام ہوتے چلے آئے ہیں اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے کیونکہ بعض سیاسی جماعتیں ملک میں مذہب کی آڑ لے کر منافرت پھیلا رہی ہیں ایسے وقت میں آپ جیسے لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے جو محبت و پیار کی فضا پیدا کر رہے ہیں۔

بعدہ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر مجلس انصار اللہ بھارت، خاکسار، محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد نے تقریر کی پھر صدر اجلاس نے مہمان خصوصی محترم سید بشیر الدین صاحب کی خدمت میں قرآن مجید تلگو ترجمہ اور جماعتی لٹریچر کا تحفہ پیش کیا آپ کے خطاب کے بعد مکرم مولوی محمد ایوب صاحب ساجد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون، محترم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب سابق صدر شعبہ فلکیات جامعہ عثمانیہ، محترم مولانا محمد انعام صاحب غوری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت پر ایمان افروز تقاریر کی آخر پر صدر اجلاس نے دعا کرائی اور پہلے دن کے پروگرام کے اختتام کا اعلان فرمایا۔

جلسہ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی

کانفرنس کے دوسرے روز پروگرام کے مطابق صبح ½ ۱۰ بجے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصنیف "اسلامی اصول کی فلاسفی" کی سو سالہ تقریب کے سلسلہ میں جلسہ کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی منعقد ہوا جس کی صدارت محترم محمد احمد صاحب صوبائی امیر جماعت احمدیہ تاملناڈو نے کی محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب، محترم سید تنویر احمد صاحب اور جناب پروفیسر راجندر ڈو سابق صدر شعبہ سنسکرت جامعہ عثمانیہ حیدر آباد مہمان خصوصی تھے۔ تلاوت و نظم کے بعد علی الترتیب مکرم مولوی برہان احمد صاحب ظفر مبلغ انچارج مہاراشٹر نے اردو اور مکرم حافظ سید رسول صاحب نیاز مبلغ چنتہ کنٹہ نے تلگو میں کتاب کا پس منظر پیش کیا۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری مکرم سید ابرار احمد صاحب نے اعلان کیا کہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر اس کتاب کا ترجمہ تلگو زبان میں طبع ہو چکا ہے جو مکرم شیخ ابراہیم صاحب ناصر نے کیا ہے۔ اور نظر ثانی ہمارے مہمان خصوصی پروفیسر راجندر ڈو سابق صدر شعبہ سنسکرت نے کی ہے۔ تلگو ترجمہ قرآن مجید کی نظر ثانی بھی پروفیسر صاحب موصوف نے کی تھی ہم ان کے بے حد ممنون ہیں اس کے ساتھ محترم غوری صاحب نے کتاب کے تلگو ترجمہ کی کاپی محترم پروفیسر صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کر کے اس کے اجراء کا اعلان کیا موصوف نے جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا اور کانفرنس اور کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کی اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی، علمی، اور ادبی مساعی کی تعریف کی۔

عزت مآب ہوم منسٹر صاحب کی آمد اور عطیہ خون کا کیمپ

جماعت احمدیہ کی طرف سے دکھی انسانیت کی خدمت کے تحت محض للہ خون کے عطیہ کے کیمپ کا افتتاح کیا گیا مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام اس کیمپ کیلئے مکرم ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب سیکرٹری خدمت خلق اور مکرم ڈاکٹر عبد الماجد صاحب نے لائنز کلب والوں سے خدمات حاصل کی تھیں آندھرا پردیش کے علاوہ کرناٹک۔ کیرلہ اور تاملناڈو کے قریباً ۱۰۰ احمدی نوجوانوں نے عطیہ خون کے لئے نام پیش کیا قلیل انتظام کے باعث ۶۰ نوجوان ہی عطیہ خون دے سکے اس کار خیر کے لئے لائنز کلب کے صدر شری کرشنا صاحب خود تشریف لائے تھے انہوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ کسی ایک موقع پر خون کا عطیہ پیش کرنے والوں کی اتنی کثیر تعداد میرے لئے پہلا واقعہ ہے اور اظہار خوشنودی کرتے ہوئے کہا کہ فی الواقع جماعت احمدیہ مبارکباد کی مستحق ہے۔

اس موقع پر حکومت آندھرا پردیش کے وزیر داخلہ عالیجناب اے مادھو ریڈی صاحب، جناب دیاکر ریڈی صاحب، جناب پرشوتم ریڈی صاحب ممبران اسمبلی آندھرا پردیش بھی تشریف لائے تھے محترم غوری صاحب نے ان سب مہمانوں کی گلپوشی کی اور تلگو ترجمہ قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کا تحفہ پیش کیا وزیر موصوف جناب مادھو ریڈی صاحب نے اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کے کاموں کی بالخصوص بلڈ ڈونیشن کیمپ کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ بلا لحاظ مذہب و ملت بنی نوع انسان سے محبت کرتی ہے اور ان کی خدمت کر رہی ہے۔ باہمی اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کرنے اور مذہبی منافرت کو دور کرنے میں اہم رول ادا کر رہی ہے جس کے لئے وہ مبارک باد کی مستحق ہے موصوف نے اپنی اور چیف منسٹر صاحب کی طرف سے جماعت احمدیہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور شکریہ ادا کیا وزیر موصوف نے مرحوم سیٹھ محمد اسماعیل صاحب سابق ممبر اسمبلی آندھرا پردیش کی ملک و قوم اور انسانیت کی خدمات کا بھی بطور خاص ذکر کیا۔

بعدہ محترم سید تنویر احمد صاحب نے انگریزی زبان میں محترم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ انچارج کیرلہ، محترم شیخ ابراہیم صاحب ناصر نے تلگو میں محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے معرکۃ الآراء کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کے تعلق سے مختلف عنوانات کے تحت تقاریر کی آخر پر صدر اجلاس نے انگریزی میں خطاب فرمایا ½ ۱ بجے جلسہ کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

جلسہ پیشوایان مذاہب

دوسرے دن کا دوسرا اجلاس پیشوایان مذاہب کے سلسلہ میں منعقد ہوا جس کی صدارت محترم اے پی کنجاموں صاحب امیر صوبائی کیرلہ نے کی۔ کارروائی کا آغاز شام ۵ بجے تلاوت و نظم خوانی سے ہوا۔ بعدہ خاکسار نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔

محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و سوانح جناب مٹھا لال بوکرنا جنرل سیکرٹری جین مت نے مہاویر جین کی تعلیمات جناب ڈاکٹر اینڈریز ڈبسوزہ ڈائریکٹر ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد نے حضرت عیسیٰ ؑ کی سوانح و تعلیمات، مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان آف مدراس نے انگریزی

(باقی صفحہ ۸ پر)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N.61/57

FAX - 01872-20105 ☎ 01872-20757

THE WEEKLY **BADR** QADIAN 143516

DISTT GURDASPUR PUNJAB (INDIA)

VOL - 45 THURSDAY, 22TH AUGUST 1996 ISSUE NO -34

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۹ جولائی ۱۹۹۶ء و ۲۶ جولائی ۱۹۹۶ء)

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے بعض واقعات کے حوالہ سے مہمان نوازی کے تقاضوں کو اجاگر فرمایا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مہمانوازی کے بھی بعض واقعات کا نہایت پیارا ذکر فرمایا اور بتایا کہ حضور اکرمؐ نے اپنے پاک نمونہ کے ذریعہ صحابہ میں مہمانداری کا ایسا جذبہ سرایت کردیا تھا کہ آسمان سے خدا تعالیٰ اس مہمانوازی سے لطف اندوز ہوکر حضور اکرمؐ کو بذریعہ وحی اس کی خبر دے رہا تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے مہمانوں کو بھی نصیحت فرمائی کہ بعض اوقات بعض مہمان ضرورت سے زیادہ اور سنت کی اجازت سے زیادہ میزبان پر بوجھ ڈالتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جہاں میزبانوں کو نصیحت فرمائی وہاں مہمانوں کو بھی نصیحت فرمائی مثلاً یہ کہ مہمانی تین دن تک ہے۔ اس سے زیادہ اگر قیام ہے تو وہ آپس کے تعلقات کے رشتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں خدا کے فضل سے پہلے سے بھی بڑھ کر غیر معمولی فضلوں کو نازل ہوتا دیکھیں گے۔ ان فضلوں کے دیدار کی جو توفیق خدا نے عطا فرمائی ہے اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ یہ دن ذکر الٰہی میں گزاریں اور اللہ کے فضلوں اور احسانات پر شکر کرتے ہوئے دن کاٹیں۔ ہمارا فرض ہے کہ جس حد تک ممکن ہے خدا کے فضلوں پر نظر کریں اور اس کے احسانات کا بدلہ اتارنے کا احساس اور شعور پیدا کرنے کا ایک طریق یہ ہے کہ مما رزقنھم ینفقون کے تابع دین کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنا وقت بھی خرچ کریں اور اس کی عطا کردہ تمام چیزوں سے اس کی راہ میں خرچ کریں۔ جو نئے لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں ان کی تربیت کے لئے بھی زیادہ وقت دیں اور اپنی تربیت بھی کریں۔ جو اجنبی آ رہے ہیں انہیں زیادہ دیر اجنبی نہ رہنے دیں۔ انہیں تیزی سے اپنے اندر ملائیں تاکہ وہ جلد جلد مہمانوازوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو بڑھتے ہوئے تقاضوں کو آپ پورا نہیں کر سکیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ اب موسم بدل گیا ہے۔ کایا پلٹ گئی ہے۔ دن ایسے آگئے ہیں کہ پھل پک رہے ہیں۔ یہ پھل خدا پکا رہا ہے۔ ہمیں کوششوں کی توفیق بھی خدا نے بخشی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب پھل پکنے کے وقت آئے ہیں تو اب انہیں سنبھالنے کی فکر لگی ہے۔ اس کے لئے بھی آپ کو تیاری کرنی ہوگی۔

حضور نے فرمایا کہ ہر ایک پر عزت کی نگاہ ڈالیں۔ ہر ایک سے محبت سے پیش آئیں۔ اس بڑھتے ہوئے تعلق کے نتیجہ میں ایک اور تقاضا ہے جو خود بخود پیدا ہوگا کہ خدا کے فضلوں کے نتیجہ میں دشمن کا حسد بھی بہت بڑھ رہا ہے۔ اس کے حسد کے شر سے بچنے کے لئے احتیاطی تدبیر کے متعلق خدا تعالیٰ نے دعائیں بھی سکھا دی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ سے بڑھ کر احتیاط کی نظر کوئی نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے ناحق بدظنیاں تو نہیں کرنی مگر احتیاط کے وہ سارے تقاضے پورے کرنے ہیں جو آنحضرتؐ نے ہمیں سکھائے۔

حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے۔ مہمان بھی ہم سے خوش رہیں اور ہم بھی ان سے خوش رہیں۔

— ★ — ★ — ★ — ★ — ★ —

اسلام آباد (ٹلفورڈ) (۲۶ جولائی) حضور ایدہ اللہ نے آج کا خطبہ جمعہ اسلام آباد، ٹلفورڈ میں ارشاد فرمایا جہاں جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کی غرض سے کثیر تعداد میں احباب جمع تھے۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آیت قرآنی **شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ و اولوالعلم قائما بالقسط** الخ کی تلاوت فرمائی اور بتایا کہ آج کے خطبہ کا اور افتتاحی خطاب جلسہ کا مضمون ایک ہی ہے یعنی توحید باری تعالیٰ۔

حضور نے فرمایا کہ ہم دنیا میں توحید کا قیام کر ہی نہیں سکتے جب تک اپنے نفس میں توحید قائم نہ کریں۔ قیام توحید کا قسط سے گہرا تعلق ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں **قائماً بالقسط** کہہ کر بتایا گیا ہے کہ اللہ کی گواہی سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابلِ قبول ہے۔ باقی سب کی گواہی اس کے تابع آکر ہی قابلِ قبول بنتی ہے۔ اصل گواہی خدا ہی کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی گواہی ممکن نہیں۔ **العزیز الحکیم** میں اس گواہی کی عظمت اور اس کا وقار سب بیان ہوگئیں گویا تمام کائنات پر نظر ڈال کر دیکھو اس میں ایک عزیز و حکیم کا ہاتھ نظر آئے گا۔ عزیز اس ذات کو کہتے ہیں جو علم کی طاقت سے عزت والا غلبہ حاصل کرے اور بزرگی پائے۔ پھر اس کے ساتھ اگر حکمت بھی آجائے تو اس پہلو سے اس گواہی میں بڑی عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہماری طرف سے توحید کی گواہی کے سچا ہونے کی دلیل ہمارے کردار کی گواہی ہو سکتی ہے اور علم و حکمت کی گواہی ہو سکتی ہے یعنی ہم کس حد تک اس کی ذات کے علم اور حکمت سے واقف ہیں اور کس حد تک خدا کے بندے بن رہے ہیں۔ اگر غفلتوں کی حالت میں ہم نمازیں پڑھتے رہے تو نہ ہم موحّد بن سکیں گے نہ دوسروں کو موحّد بنا سکیں گے۔ ہم اگر سارا دن جھوٹ بولتے ہوں، سارا دن بدکلامیاں کرتے ہوں، جہاں اپنی ذات کا تعلق ہو وہاں انصاف کا پیمانہ اور ہو اور دوسروں کے لئے اور تو اس صورت میں توحید کی یہ گواہی کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور اس گواہی کے سچا ہونے کے باوجود اللہ کے ہاں جھوٹے لکھے جائیں گے۔

حضور نے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے بعض جلووں کی طرف لطیف اشارے کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مضمون لامتناہی ہے اور مسلسل پھیلنے والا مضمون ہے۔ اگر ہم ان نشانوں پر غور کریں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک اندرونی انصاف اپنے اندر پیدا کریں۔ جب تک آپ اپنے نفس کو جھوٹا قرار دینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اس وقت تک آپ کا نفس سچ سیکھ ہی نہیں سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھی گواہی ایسی نہیں دی جس کا آپؐ کو علم نہ ہو۔ ہر نماز ہم پر لازم کرتی ہے کہ ہم اپنا علم بڑھائیں اور ہر قسم کا علم بڑھائیں۔ اللہ جس کائنات کا رب ہے اس کی تخلیق میں مذہب اور غیر مذہب میں کوئی تفریق ہی نہیں رہتی۔ جو صاحب عقل دنیا کے علم پر غور کرتے ہیں وہ لازماً خدا کی طرف جاتے ہیں۔ اس مضمون کو اپنے اسوہ میں اپنی روحوں میں جاری کریں کیونکہ ہم نے تمام دنیا کو توحید کی طرف بلانا ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی مملکت، کوئی جہان آپ سر نہیں کر سکتے جب تک اپنے نفس کو سر نہ کریں۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۳۱ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

یہ جلسہ امت واحدہ کا ایک حسین نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اس کا ہر فرد ایک امام کے تابع وحدت کی لڑی میں پرویا ہوا تھا۔ سبھی ایک ہاتھ پر اٹھتے اور ایک ہاتھ پر بیٹھتے تھے۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسلام و احمدیت زندہ باد اور "مرزا غلام احمد کی جے" کے پاکیزہ نعرے اس جلسہ میں خوبصورت رنگ بھر رہے تھے۔ اس موقع پر بلالی قوموں کے وفود کھڑے ہوکر اور ہاتھ لہرا لہرا کر اللہ اکبر کی صدائیں دیتے ہوئے اور اپنے مخصوص مترنم انداز میں **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا ورد کرتے ہوئے اعلان کر رہے تھے کہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی سچے امام مہدی اور مسیح موعود ہیں اور معاندین احمدیت کا تمام گمراہ کن پروپیگنڈا سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ ایم ٹی اے نے تین روزہ جلسہ کی کارروائی کو براہ راست نشر کیا۔ اس طرح دنیا بھر میں احمدیوں اور دیگر شائقین نے جلسہ سالانہ کی کارروائی کو سنا اور اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ بھی کیا۔

جلسہ کے ایام میں کئی معزز غیر مسلم مہمانان بھی تشریف لائے اور جلسہ کے انتظامات جو تمام تر رضاکارانہ طور پر ہوتے ہیں دیکھ کر حیرت اور خوشی کا اظہار کیا اور افراد جماعت کے نظم و ضبط اور خدمت کے جذبہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

جلسہ سالانہ کی کارروائی میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد فرمودہ خطبہ جمعہ کے علاوہ افتتاحی خطاب، مستورات سے خطاب، جلسہ کے دوسرے روز کا تفصیلی خطاب، مجلس عرفان اردو اور انگریزی میں مجلس سوال و جواب اور اختتامی خطاب شامل تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ کے یہ خطابات توحید باری تعالیٰ، محبت الٰہی، اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کے تذکرہ اور سیرت طیبہ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوعات پر مشتمل تھے۔ (باقی) (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

تبصرہ

نام کتاب : "فتاویٰ کفر اور ناجی جماعت"

مؤلف : بُرہان احمد ظفر دُرّانی

تعداد صفحات : ۱۴۹

سنِ اشاعت : جون ۱۹۹۶ء

ناشر : ظفر اینڈ سنز ممبئی ۱۷- وائی ایم سی اے روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۸

یہ بھی عجیب بدقسمتی رہی ہے کہ باوجود قرآن و حدیث کے منع کرنے کے کہ کوئی مسلمان دوسرے کو کافر نہ کہے شروع سے ہی اسلام پر ملاؤں کا ایک ایسا گروہ مسلط رہا ہے جو اپنے خیالات کے خلاف باقی سب مسلمانوں کو کافر کہتا رہا ہے چنانچہ اس شمشیرِ تکفیر کی زد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر خلفاءً اولیاءً اکابرِ اُمت یہاں تک کہ اس دور میں امام آخرالزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بھی آئے۔ فرق صرف یہی ہے کہ پہلے کوئی کسی کو کافر قرار دیتا تھا اور کوئی کسی کو لیکن اس آخری دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق سب فرقوں کے ملاؤں نے مل کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی جماعت کو نشانۂ تکفیر بنایا ہے۔

ان فتاویٰ کفر کے بہت سے حوالہ جات محترم بُرہان احمد صاحب ظفر دُرّانی نے اپنی مذکورہ کتاب میں اکٹھے کر دئے ہیں آخر میں آپ نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اصل ناجی جماعت کی علامات بیان فرمائی ہیں۔ طریقِ بحث اگرچہ سادہ لیکن مدلل اور پُرشوکت حوالہ جات سے مزین ہے۔ کتاب کے آخر میں اصل حوالجات کے عکس نے کتاب کی قیمت و قوت میں بھرپور اضافہ کیا ہے۔

یہ کتاب خاص طور پر لائبریریوں اور دعوت الی اللہ کرنے والے اہلِ علم حضرات کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

خدا کرے کہ یہ کوشش اہلِ عقل کی آنکھیں کھولنے کے لئے اور انہیں راہ ہدایت عطا کرنے کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہو آمین ؛